حسن علی بک ڈپو
بالمقابل بڑا امام باڑہ۔ کھارادر۔ کراچی فون ۲۴۳۳۰۵۵
E-mail: hassanalibookdepot@yahoo.com

حسن علی بک ڈپو
بالمقابل بڑا امام باڑہ۔ کھارادر۔ کراچی فون ۲۴۳۳۰۵۵
E-mail: hassanalibookdepot@yahoo.com

کتاب : عشق حسینؑ

مصنف : محمد حسین مہر آئین

ترجمہ : فاطمہ جیوانی

طبع اول : اکتوبر ۲۰۰۲ء

فہرست

مقدمہ

ہر انسان فطری تقاضوں کے پیش نظر اچھائیوں سے مسرت محسوس کرتا ہے اور اچھے افراد سے مل کر مسرور ہوتا ہے۔

تمام معصومؑ رہنما بھی ایسی ہی شخصیات ہیں کہ جن سے اچھائیوں کے سوا کچھ صادر نہیں ہوتا، اسی بناپر ان حضرات کی سوانح حیات کی تحقیق اور مطالعے کو ایک منفرد اور اہم مقام حاصل ہے۔

قرآن مجید اور معصومین علیہم السلام نے بیشتر اوقات اچھائیوں کے فروغ، تبلیغ اور دلوں کو فتح کرنے کی دعوت زبان کے بجائے اپنے کردار سے دی ہے۔ لہذا زیب دیتا ہے کہ ہم اپنے معصوم رہنماؤں کے کردار کو اپنی ذات کے لئے نمونہ عمل سمجھیں اور دوسروں تک ان امور کی دعوت دینے کے طریقۂ کار کو ایک اعلیٰ روش کے طور پر پہنچائیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ معصومینؑ کے ارشادات کی طرح ان کا عمل اور دوسروں کے عمل کے سامنے ان کی رضامندی بھی بندوں پر حجت خدا کا درجہ رکھتی ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح ہم ان حضرات کے ارشادات کی جمع آوری نگارش کا اہتمام کرتے ہیں اسی طرح زندگی کے مختلف شعبوں میں دوسروں کے عمل کے سامنے ان حضرات کی رضامندی اور ان کے عمل کو بھی ایک منظّم مجموعہ کی شکل میں علمی دلائل کے مختلف میدانوں میں کارآمد سمجھیں۔

ہم نے خدا کے لطف و کرم سے چہاردہ معصومینؑ کی سوانح حیات پر کام کرنا شروع کیا ہے اور اسی سلسلے کی فارسی کتابوں ''ھمای رحمت'' اور ''بدرقۂ یار'' کی اشاعت کے بعد اب امام حسینؑ کی زندگی کے قصوں پر مشتمل کتاب ''جلوہ عشق'' کے نام سے اپنے عزیز قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ کاوش، کوتاہیوں کے باوجود خدائے عزوجل کی بارگاہ میں مقبول قرار پائے گی۔

محمد حسین مہر آئین

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى اَحَبِّ اَهْلِ الْاَرْضِ اِلٰى اَهْلِ السَّمَاءِ فَلْيَنْظُرِ الْحُسَيْنَ. [1]

''جو شخص اہل آسمان کے نزدیک، روئے زمین کے سب سے محبوب فرد کی زیارت کرنا چاہتا ہو، اسے چاہئے کہ حسینؑ کی زیارت کرے۔''

عشق کی ولادت

چوتھی صدی ہجری [2] میں امام حسینؑ جیسی مقدس خدائی ہستی کی ولادت باسعادت، جدید اسلامی معاشرے کے لئے زینت بخش حیات بنی۔ حضرت فاطمہ زہراؑ اس منور نومولود بچے کو زرد کپڑے میں لپیٹ کر

۱۔ بحار الانوار جلد ۴۳، صفحہ نمبر ۲۹۷ اور مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۴، صفحہ ۷۳

۲۔ امام حسینؑ کی تاریخ ولادت کے بارے میں آٹھ سے زیادہ اقوال موجود ہیں۔ شیخ طوسی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب تہذیب میں، شہید علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب دروس میں اور کلینی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب اصول کافی میں تیسری ہجری اور ربیع الاول کی آخری تاریخیں بتائی ہیں، جبکہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ارشاد میں، سید ابن طاؤس نے اپنی کتاب لھوف میں اور ابن صباغ مالکی نے اپنے کتاب الفصول المھمۃ میں چوتھا سال ہجری اور شعبان کی تیسری تاریخ بیان کی ہے۔ اس سلسلے میں زیادہ تحقیق کے خواہاں افراد ''عاملی'' کی کتاب الصحیح کے صفحہ نمبر ۶۰ اور سطر نمبر ۵ پر رجوع کریں، جہاں ان تمام نظریات کو بیان کیا گیا ہے۔

سرور کائنات،[1] پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائیں اور آنحضرتؐ نے اپنی دختر پرنور کو سفید کپڑے کے استعمال کی تاکید کرتے ہوئے، مقدس نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اس وقت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور فرمایا: ''خدائے متعال نے آپ کو سلام کہا ہے اور وہ فرماتا ہے: ''چونکہ علیؑ کو آپ سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی، لہٰذا نومولود کا نام حسینؑ رکھیئے جو ہارون کے بیٹے شبیر کا متبادل عربی نام ہے۔''[2]

ولادت کے ساتویں روز، پیغمبر اسلامؐ نے ایک گوسفند کی قربانی سے عقیقہ فرمایا اور خدا کے محبوب کے بالوں کو تراشنے کے بعد بالوں کے وزن کی مقدار کے مطابق چاندی[3] صدقہ میں دی۔ بیماری کی وجہ سے جناب فاطمہ زہراؑ کا دودھ خشک ہوجانے کی بنا پر امام حسینؑ کو رسول اکرمؐ کی خدمت میں لایا گیا۔ آنحضرتؐ چالیس دن تک کبھی اپنا انگوٹھا اور کبھی اپنی زبان مبارک، اپنے عزیز فرزند کے دہان مبارک میں رکھ کر چُساتے رہے اور یوں امام حسینؑ کو سیراب کرتے رہے اسی سبب، امام حسینؑ کا گوشت اور خون، رسول اکرمؐ

۱۔ بعض روایات کے مطابق جناب اسماء امام حسینؑ کو پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں لائیں۔ (بحارالانوار، جلد ۴۳، صفحہ ۲۳۸)

۲۔ بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۲۳۸ اور ۲۳۹

۳۔ بعض روایات میں سونا بیان کیا گیا ہے۔ احقاق الحق، ج ۱۱ ص ۲۶۰ تا ۲۶۴۔ کشف الغمۃ، جلد دوئم ص ۱۷۱۔ نفس المھموم (شعرانیؒ)، ص ۶۔ ذوی القربی، ص ۲۱۔ بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۲۴۳۔

کے ذریعے پروان چڑھا۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔[1]

ولادت ہوتے ہی فرشتے ایک جانب مبارکباد پیش کرنے اور دوسری جانب تعزیت پیش کرنے کے لئے نازل ہونے لگے۔[2]

ایک سفر کے دوران رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیان راہ ٹھہر گئے اور آیت استرجاع (اِنَّـالِلّٰـهِ وَاِنَّـااِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ) کی تلاوت کر کے رونے لگے۔ اصحاب نے رونے کا سبب دریافت کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: ''جبرئیلؑ نے مجھے کربلا کی خبر دی ہے، جہاں فرات کے کنارے میرے بیٹے حسینؑ کو مارا جائے گا۔ گویا میں اس مقام کو دیکھ رہا ہوں، جہاں وہ گرے گا اور جہاں اسے دفن کیا جائے گا۔''

سفر سے واپسی کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ کے بعد دائیں ہاتھ کو امام حسن علیہ السلام کے سر پر رکھا، بائیں ہاتھ کو امام حسین علیہ السلام کے سر پر رکھا، آسمان کی جانب سر کو بلند کیا اور فرمایا: ''بارالہا! بے شک محمدؐ تیرا بندہ اور پیغمبر ہے، یہ دونوں میری ذریت اور خاندان میں سب سے اعلیٰ اور پاک ہیں، جبرئیلؑ میرے پاس، میرے بیٹے حسینؑ کے قتل اور ہتک کی خبر لائے ہیں، خدایا! اس کی شہادت کو

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج۴، ص۵۰۔ تفسیر الصافی، سورہَ احقاف، آیت ۱۶ کے ذیل میں اور تفسیر البرہان اسی آیت ذیل میں۔ (ج۴، ص۱۷۲)

۲۔ اللھوف سید ابن طاؤس۔ ص۱۷۔

مبارک قرار دے اور اسے شہیدوں کا سرور اور سالار بنا۔ بارالٰہا! اس کے قاتل اور ہتک کرنے والے کو بہتر انجام سے محروم رکھنا۔"

ایسے میں مسجد میں لوگوں کے آہ و نالہ کی صدا بلند ہوئی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا اس پر روتے ہو جبکہ اس کی مدد نہیں کروگے۔"[1]

عشق کی ولادت سے متعلق روایت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سلسلے میں فرماتے ہیں: "شب جمعہ، حسینؑ کی ولادت کے موقع پر ان کے احترام کے پیش نظر خدائے متعال نے جہنم پر مامور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ اہل جہنم کے لئے آگ کو بجھائے رکھیں اور جنت کے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ بہشت کو آراستہ کریں اور حوریں بناؤ سنگھار کر کے ایک دوسرے سے ملاقات کا اہتمام کریں جبکہ دیگر فرشتے صف بستہ خدا کی حمد و ثنا اور تسبیح کرتے رہیں۔ جبرئیلؑ کو حکم ملا کہ وہ فرشتوں کے دس ہزار دستوں کے ہمراہ، جن کا ہر دستہ دس لاکھ فرشتوں پر مشتمل ہو، تہنیت اور مبارکباد کہنے کے لئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نازل ہوں اور (خدا کی جانب سے) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کریں کہ "میں نے اس کا نام حسینؑ رکھا، اسے اس کے دَور کا شریر ترین شخص، جو بدترین چارپائے پر سوار ہوگا، قتل کرے گا۔ وائے ہو قاتل حسینؑ اور اس کے پیشوا پر جس نے قتل کا حکم صادر کیا۔ میں حسینؑ کے قاتل سے بیزار ہوں اور وہ

ا۔ اللھوف۔ ص۱۸

بھی مجھ سے بیزار ہے، چونکہ قیامت کے دن کوئی جرم قتل حسینؑ سے بالاتر نہیں اور اس کا مرتکب شخص آتش جہنم میں مشرکوں کے ساتھ ہوگا، جنت کو اہل بہشت کا اسقدر اشتیاق نہیں جتنا آتش دوزخ کو قاتل حسین کا ہے۔"

جبرئیلؑ کو نزول کے وقت خدا کے ایک فرشتے[1] نے دیکھا تو سوال کیا: آج کی رات کیا واقعہ پیش آیا ہے؟ کیا دنیا والوں پر قیامت آ گئی ہے؟

جبرئیلؑ نے فرمایا: "محمدؐ کے ایک فرزند دنیا میں تشریف لائے ہیں، خدا نے مجھے آنحضرتؐ کی خدمت میں مبارکباد پیش کرنے کیلئے روانہ کیا ہے۔"

فرشتے نے کہا: "اے جبرئیلؑ! ہمارے خالق کا واسطہ، جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شرفیاب ہو جاؤ تو انہیں میرا سلام کہنا اور میری جانب سے ان کی خدمت میں عرض کرنا کہ آپ کو نومولود کے حق کا واسطہ، اپنے پروردگار سے درخواست کیجئے کہ مجھ سے راضی ہو جائے اور فرشتوں کے درمیان میرے مقام ومنزلت اور میرے پروں کو دوبارہ پلٹا دے۔"

جبرئیلؑ سے خدا کی جانب سے بھیجی گئی مبارکباد اور تہنیت کی وصولی کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلامؐ شہادت امام حسینؑ سے بھی باخبر ہوئے اور فرمایا: "حسینؑ کا قاتل میری امت میں سے نہیں ہے اور میں اور خدائے متعال اس سے بیزار ہیں۔"

بعدازاں آنحضرتؐ، حضرت فاطمہ زہراؑ کے پاس آئے اور اپنے جگر گوشے کی شہادت کی خبر، اپنی باعظمت بیٹی کو دی۔ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام

۱۔ احقاق الحق، ج۱۱، ص۲۸۴ تا ۲۸۶ اور بحار الانوار، ج۴۳، ص۲۴۸ کے مطابق اس فرشتے کا نام دردائیل بتایا گیا ہے۔

رونے لگیں اور فرمایا: ''کاش! میں نے اسے جنم نہ دیا ہوتا۔''[1]

اس لمحے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حسینؑ کے بعد آنے والے امام اسی کی نسل سے پیدا ہوں گے۔''

پھر آنحضرتؐ نے امام العصر حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف تک سارے اماموں کے نام ارشاد فرمائے اور فرمایا: ''عیسیٰؑ بن مریمؑ ان کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔''

اس لمحے جناب فاطمہؑ کو سکون حاصل ہوا اور پھر جبرئیلؑ نے اس فرشتے کی درخواست آنحضرتؐ کی خدمت میں بیان کی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین علیہ السلام کو اپنی آغوش میں لے کر آسمان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''بارالٰہا! تجھ پر موجود اس نومولود کے حق کا واسطہ، بلکہ اس نومولود پر اور اس کے جد محمدؐ اور ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ پر موجود تیرے حق کا واسطہ، اگر علیؑ و فاطمہؑ کے بیٹے حسینؑ کو تیرے نزدیک قدر و منزلت حاصل ہے تو دردائیل سے راضی ہوجا اور اس کے پروں کو اور مقام و منزلت کو دوبارہ پلٹا دے۔''[2]

گھوارے سے متعلق روایت

خدائے متعال نے امیرالمومنین علی علیہ السلام کی ولادت کو فرشتوں

۱۔ سورۂ احقاف، آیت ۱۵ میں اس سلسلے میں ارشاد ہوتا ہے: ''ووصینا الانسان بوالدیہ احساناً حملتہ امہ کرھاً ووضعتہ کرھاً وحملہ وفصالہ ثلاثون شھراً....''

۲۔ احقاق الحق، ج ۱۱، ص ۲۸۴ تا ۲۸۶ اور بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۲۴۵ تا ۲۴۸

کے سامنے پیش کیا، جسے فطرس کے علاوہ تمام ملائکہ نے قبول کیا، اسی بناپر خدائے متعال نے اس کے پروں کو توڑ دیا۔ امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے وقت، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مبارکباد وتہنیت کے سلسلے میں آمد کے موقع پر، فطرس نے جبرئیلؑ سے کہا: ''مجھے محمدؐ کے پاس لے جاؤ اور میری حاجت ان کے سامنے بیان کرو تاکہ وہ میرے لئے دعا کریں۔''

جس وقت جبرئیلؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں فطرس کی حاجت بیان کی، آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کو اس کے سامنے پیش کیا، اس کے قبول کرنے کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''شَأنُکَ بِالْمَهْدِ فَتَمَسَّحْ بِهِ وَ تَمَرَّغْ فِیْهِ'' یعنی تمہارے لئے یہ گہوارہ ہے، خود کو اس سے مس کرو اور اسے تھام لو۔

جس لمحے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فطرس کے لئے دعا گو تھے، اس نے خود کو گہوارے سے مس کیا اور خدائے متعال نے اس کی توبہ کو قبول کرلیا۔ سلامتی حاصل کرنے کے بعد فطرس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: ''اس لطف وکرم کے پیش نظر، جو بھی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں درود وسلام اور زیارت پیش کرے گا میں اسے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچاؤں گا۔''[۱]

۱۔ بحار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۳۶۷

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ اِمَامَانِ قَامَا اَوْ قَعَدَا۔ [1]

حسنؑ وحسینؑ تمام حالات میں امام ہیں، خواہ قیام کریں، خواہ بیٹھے رہیں (سکونت اختیار کریں)۔

خوش خطی کا مقابلہ

ایک دن خوشخطی کرتے ہوئے امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو یہ جاننے کی خواہش ہوئی کہ کس کی لکھائی اچھی ہے۔ لہٰذا دونوں اپنی مادر گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے بچوں کی دل آزاری سے بچنے کے لئے دونوں کو ان کے والد بزرگوار کی خدمت میں روانہ کیا۔ دونوں امام علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے بھی اسی وجہ کے پیش نظر انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”فیصلہ جناب جبرئیلؑ کے ذریعے ہوگا۔“

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۹۱ اور ج ۴۴، ص ۲

جناب جبرئیلؑ ۔نے یہ کام جناب اسرافیلؑ[1] کے سپرد کیا اور جناب اسرافیلؑ نے پروردگارعالم سے فیصلہ صادر فرمانے کی درخواست کی۔ لیکن پروردگار عالم نے یہ کام جناب فاطمہؑ کے سپرد فرمایا۔ حضرت زہراؑ نے دونوں دلبندوں سے فرمایا: ''میں اس ہار کے دانوں کوتمہارے درمیان پھیلاتی ہوں، تم میں سے جوزیادہ دانے جمع کرے گا اس کی لکھائی بہتر سمجھی جائے گی۔''

اس موقع پر حضرات حسنین علیہ السلام کی تعظیم وتکریم کے پیش نظر خدائے متعال نے جبرئیل امینؑ کو حکم دیا کہ وہ دانوں کو دونوں کے درمیان مساوی تقسیم کردیں۔[2]

۱۔ ان کا کام قیامت کے دن صور پھونکنا اور مردوں کو زندہ کرنا ہے، یہ جناب آدمؑ کو سجدہ کرنے والے پہلے فرشتے ہیں۔

۲۔ بحارالانوار، ج۴۳، ص۳۰۹

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمْ:

مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ اَحْبَبْتُهُ وَمَنْ اَحْبَبْتُهُ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَاَدْخَلَهُ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا اَوْبَغٰى عَلَيْهِمَا اَبْغَضْتُهُ وَمَنْ اَبْغَضْتُهُ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ وَاَدْخَلَهُ جَهَنَّمَ وَلَهُ عَذَابٌ مُقِيْمٌ.[1]

میں حسنؑ و حسینؑ کے چاہنے والے کو دوست رکھتا ہوں اور جسے میں دوست رکھوں اسے خدا بھی دوست رکھتا ہے اور اسے جنت کے باغات میں داخل کرتا ہے اور جو ان سے دشمنی اختیار کرے اور ان کے خلاف علم بغاوت بلند کرے میں بھی اسے دشمن رکھتا ہوں اور جسے میں دشمن رکھتا ہوں خدا اس پر غضبناک ہوتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کرتا ہے۔ جہاں اس کے لئے عذاب جاوداں ہوگا۔

خدائے متعال کی جانب سے عیدی

ایام عید نزدیک آنے پر امام حسین علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: ”امی جان! مدینے کے بچوں نے نیا لباس زیب تن کیا ہے، کیا ہمارے لئے

۱۔ کنز العمال، ج ۱۲، ص ۱۲۱، سطر ۱۱

لباس نہیں خریدیں گی؟"

جناب زہراؑ نے فرمایا: "انشاء اللہ! تمہارے کپڑے تیار ہو جائینگے۔"

بعدازاں دونوں رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: "اِلٰھی! اَجبِرُ قَلبَھُمَا وَ قَلبَ اُمِّھِمَا." خدایا! ان دونوں اور ان کی والدہ کے شکستہ دل کو شاد فرما۔

حضرت جبرئیل امینؑ نے بروز عید بہشتی زینتوں سے آراستہ دو لباس، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے اور فرمایا: "حسنؑ و حسینؑ نے حضرت فاطمہؑ سے نئے لباس کی خواہش ظاہر کی تو خدا نے جناب زہراؑ کی فرمائش کو پورا کرنے کے لئے دو جوڑوں کا ہدیہ ارسال فرمایا ہے۔"

پیغمبر اکرمؐ نے دونوں کی خواہش کے مطابق جوڑوں کو سبز اور سرخ یاقوتی رنگ سے آراستہ کیا اور انہیں عطا کیا۔ دونوں خوشی کے عالم میں جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس گئے لیکن جناب جبرئیلؑ پر رنج و ملال طاری ہوا اور فرمایا: "یارسول اللہؐ! حسنؑ نے سبز رنگ کا انتخاب کیا ہے، جس کا سبب یہ ہے کہ زہر کھانے کی وجہ سے ان کا جسم سبز ہو جائے گا اور حسینؑ نے سرخ رنگ کا انتخاب کیا ہے، جس کا سبب یہ ہے کہ شہادت اور سرتن سے جدا ہونے کے باعث ان کا جسم ان کے خون سے رنگین ہوگا۔"

اس اطلاع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنجیدہ ہو گئے اور گریہ فرمایا۔ [1]

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۴۵

مَـرْحَبـاً بِكَ يَـا اَبَـا عَبْدِ اللّٰـه!

يَـا زَيْـنَ السَّـمٰوٰاتِ وَالْاَرَضِيْنَ!

مرحبا اے ابا عبداللہ! مرحبا اے زینت ارض و سما۔

زینت کائنات

ایک مرتبہ ابی ابن کعب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ امام حسین علیہ السلام تشریف لائے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: مرحبا اے ابا عبداللہ! اے ارض و سما کی زینت!

ابی ابن کعب نے پوچھا: یارسول اللہؐ! کیا آپ کے علاوہ بھی کوئی ارض و سما کی زینت ہے؟

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''اے ابی! قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے مبعوث برسالت کیا، بلاشبہ حسینؑ کا مقام، زمین سے زیادہ آسمان میں بلند ہے۔ عرش خدا کے دائیں جانب لکھا ہے کہ وہ ہدایت کا چراغ، نجات کی کشتی، اچھائی کے رہنما، برکت، عزت، علم، فخر اور خدائی ذخیرہ ہیں۔ بے شک خدائے متعال نے ان کے اندر ایک پاک اور مبارک نطفہ کو قرار دیا ہے اور اسے ایسی

۱۔ عیون الاخبار الرضا، ج۱، ص۶۰۔ بحارالانوار، ج۳۶، ص۲۰۴ و مستدرک الوسائل، ج۵، ص۸۶

دعاؤں کی تعلیم دی ہے کہ جن کے پڑھنے والے کو خدائے متعال حسینؑ کے ساتھ محشور کرے گا اور حسینؑ بروز قیامت اس کی شفاعت کر کے اسے مشکلات سے نجات دلائیں گے، اس کے قرض کو ادا کریں گے اور اس کے عیوب کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔"

ابی بن کعب کی خواہش پر رسول خداؐ نے وہ دعا تعلیم دی اور فرمایا کہ نماز کے بعد بیٹھ کر پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِکَلِمَاتِکَ وَ مَعَاقِدِ عَرْشِکَ وَ سُکَّانِ سَمٰوٰاتِکَ وَ اَنْبِیَائِکَ وَرُسُلِکَ اَنْ تَسْتَجِیْبَ لِیْ فَقَدْ رَھَقَنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا فَاَسْئَلُکَ اَنْ تُصَلِّیْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَجْعَلَ لِیْ مِنْ اَمْرِیْ یُسْرًا.

ترجمہ: "بارالہا! میں یقینی طور پر تیرے کلمہ اور عرش کے پیمانوں، آسمان کے ساکنوں اور انبیاء اور رسولوں کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میری دعا کو مستجاب فرما، میرے کام دشوار ہو چکے ہیں لہذا میں چاہتا ہوں کہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود و سلام بھیج اور میری مشکل کو آسان فرمادے۔"

بے شک اس صورت میں خدائے متعال تمہارے کام آسان کردے گا اور تمہارے سینے کو کشادگی عطا کرے گا اور موت کے وقت تمہیں لا الہ الا اللہ کی تلقین کی جائے گی۔[1]

۱۔ عیون الاخبار الرضا، جلد اول، ص ۶۰

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ:

حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْناً، حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ۔ [1]

حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں، حسینؑ کے چاہنے والے کو خدا دوست رکھتا ہے، حسینؑ امتوں میں سے ایک امت ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کی خوشی اور غم

ایک مرتبہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ جناب فاطمہ زہراؑ کے گھر کے قریب سے گزرنے لگے تو امام حسینؑ کے رونے کی صدا سنائی دی۔

آپؐ گھر میں داخل ہوئے اور جناب زہراؑ سے فرمایا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اس کے رونے سے مجھے رنج پہنچتا ہے؟ [2]

۱۔ ذخائر العقبی، ص۱۲۴۔ سنن ترمذی، ج۲، ص۳۰۷۔ کنز العمال، ج۶، ص۲۲۱ اور ج۷، ص۱۰۷۔ الفصول المہمۃ، ص۱۷۱، فضائل الخمسۃ، ج۳، ص۲۶۲ تا ۲۶۴

۲۔ ذخائر العقبی، ص۱۴۳۔ نور الابصار، ص۱۱۴۔ احقاق الحق، ج۱۱، ص۳۱۱۔ فضائل الخمسۃ، ج۳، ص۲۵۸

ایک روز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور مہمان کسی کی دعوت میں تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں امام حسینؑ کو دیکھا، جو اس وقت انتہائی کمسن تھے، آپؐ آگے بڑھے اور اپنی بانہوں کو پھیلایا۔

آنحضرتؐ اپنے عزیز فرزند کو ہنساتے رہے جبکہ امام حسینؑ ایک سمت سے دوسری سمت ہو رہے تھے۔ اس عالم میں رسول خداؐ نے انہیں اپنے بازوؤں میں لیا اور اپنا ایک دست مبارک اپنے دلبند حسینؑ کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا ان کے سر کے پچھلے حصے پر رکھ کر ان کو بوسہ دیا اور فرمایا:

حُسَیْنُ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْ حُسَیْنُ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْناً، حُسَیْنُ سِبْطٌ مِنَ الاَسْبَاطِ.

''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، حسینؑ کے چاہنے والے کو خدا دوست رکھتا ہے۔ حسینؑ امتوں میں سے ایک امت ہے۔''

قَالَ الْحُسَیْنُ عَلَیْهِ السَّلامَ:

مَنْ اَحْسَنَ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْهِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔[1]

جو نیکی کا کام کرتا ہے خدا بھی اس کے ساتھ نیکی کرتا ہے اور نیکی کرنے والے خدا کے نزدیک محبوب ہیں۔

وضو کی تعلیم

ایک روز امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام نے ایک بوڑھے شخص کو غلط وضو کرتے دیکھا تو دونوں نے بظاہر اختلاف کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے سے کہا: ''تمہارا وضو صحیح نہیں ہے؟''

اس گفتگو سے بوڑھے کی توجہ کو اپنی جانب مبذول کراتے ہوئے دونوں اس سے یوں مخاطب ہوئے: اے بزرگوار! ہم دونوں وضو کرتے ہیں فیصلہ آپ کریں۔

دونوں کے وضو کرنے کے بعد بوڑھے شخص کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور کہنے لگا: آپ دونوں کا وضو صحیح ہے۔ البتہ مجھ جیسے نادان اور بوڑھے کا وضو اب تک صحیح نہ تھا۔ اب جبکہ میں نے آپ سے اس کی تعلیم حاصل کرلی ہے، آپ کے جد بزرگوار کی امت کے لئے آپ کی برکات و دردمندانہ جذبات کی قدر کرتے ہوئے اپنی غلطی پر توبہ کرتا ہوں۔[2]

۱۔ کشف الغمۃ، ج۲، ص۲۰۵۔ بحار الانوار، ج۷۸، ص۱۲۱

۲۔ بحار الانوار، ج۴۳، ص۳۱۹۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج۳، ص۱۶۸

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ:

اَنَّ الْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ هُمَا رِیْحَانَتَای مِنَ الدُّنْیَا مَنْ اَحْبَنِی فَلْیُحِبَّهُمَا۔ [1]

بلاشبہ حسنؑ و حسینؑ دنیا میں میرے لئے دو معطر پھولوں کی مانند ہیں جو مجھے چاہتا ہے اسے چاہئے کہ ان دونوں سے محبت رکھے۔

امام حسینؑ کا اپنی مادر گرامی سے وداع

جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو غسل و کفن کے بعد امام علی علیہ السلام نے اپنے فرزندان گرامی کو بلایا اور فرمایا:

"هَلُمُّوْا تَزَوَّدُوْا مِنْ اُمِّكُمْ فَهٰذَا الْفِرَاقُ وَ اللِّقَاءُ فِی الْجَنَّةِ."

آؤ! اپنی ماں سے زاد راہ سعادت لے لو، یہ جدائی کا لمحہ ہے اور پھر جنت میں ملاقات ہوگی۔

اس موقع پر امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام نے گریہ و زاری کے عالم میں اپنی ماں کو آغوش میں لیا اور کہنے لگے:

۱۔ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۱۵۔ فصول المہمۃ، صفحہ ۱۷۱۔ بحار الانوار، ج ۳۷، ص ۷۴

''اماں! ہمارے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہمارا سلام عرض کیجئے گا اور کہئے گا کہ ہم دنیا میں یتیم ہو گئے ہیں۔''

اس لمحے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

''میں یقین کے ساتھ خدائے متعال کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جناب زہرا علیہا السلام نے نالہ و اشتیاق سے ہاتھوں کو آگے بڑھایا اور ان دونوں کو آغوش میں لیا۔ ناگاہ ہاتف غیبی نے صدا دی:

''اے اباالحسینؑ! دونوں کو آغوش مادر سے جدا کردو۔ خدا کی قسم! انہوں نے آسمان کے فرشتوں کو رلا یا ہے۔''[1]

۱۔ بحارالانوار، ج۴۳، ص۱۷۹

قَالَ الْحُسَیْنُ عَلَیْهِ السَّلاَم:

مَنْ رَایٰ سُلْطَاناً جَائِراً مُسْتحلاً لِحُرُمِ اللّٰه نَاکِثاً لِعَهْدِ اللّٰه مخالفاً لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ یَعْمَلُ فِیْ عِبَادِ اللّٰهِ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فلم یُغَیِّرْ عَلَیْهِ بِفِعْلٍ وَلاَ قَوْلٍ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ اَن یُّدْخِلَهٗ مُدْخَلَهٗ.[1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اگر کوئی ایسے ظالم حکمران کو دیکھے جو حرام خدا کو حلال سمجھتا ہے، خدائی پیمان کو توڑتا ہے، رسول خداؐ کی سنت کے برخلاف عمل کرتا ہے بندگان خدا کے درمیان گناہ اور ظلم انجام دیتا ہے اور وہ اپنے گفتار و کردار سے اس کی مخالفت نہ کرے تو یقیناً خدا اسے اس ظالم حکمران کا ہم مقام بنادے گا۔

آواز

ایک دن حضرت عمر نے تقریر کے دوران منبر رسولؐ سے خود کو خلیفۂ رسولؐ کہہ کر خطاب کیا اور مؤمنوں سے زیادہ خود کو ان کی ذات پر فوقیت کو

۱۔ احقاق الحق، ج۱۱، ص۶۰۹۔ بحار الانوار، ج۴۴، ص۳۸۲

ثابت کیا۔ عین اسی لمحے امام حسین علیہ السلام نے آواز دی: ''اے جھوٹے شخص! میرے جد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر سے نیچے اتر جا۔''

حضرت عمر کہنے لگے: '' یہ بجا ہے کہ منبر تمہارے جد کا ہے لیکن یہ انداز گفتگو تمہیں تمہارے باپ علی ابن ابی طالب نے سکھایا ہے؟''

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ''میری جان کی قسم! میرے باپ رہنما اور میں ان کا پیروکار ہوں، ان کی بیعت زمانۂ رسول سے لوگوں کی گردنوں پر ہے چونکہ اس کا دستور خدائے متعال نے جبرئیلؑ کے ذریعے دیا تھا۔ یہ وہ امر ہے جس کا انکار قرآن کے مخالفین کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا، لوگوں نے میرے باپ کو دل سے پہچانا مگر زبان سے انکار کیا۔ وائے ہو ان پر جو ہم اہلبیتؑ کی حقانیت کا انکار کرتے ہیں، رسول خداؐ ان افراد کو انتہائی غضب کے عالم میں شدید عذاب میں دیکھیں گے۔''

حضرت عمر کہنے لگے: ''اے حسینؑ! تمہارے باپ کی سچائی کا انکار کرنے والے پر خدا کی لعنت ہو، اگر لوگ ہمارے بجائے تمہارے باپ کو خلافت کے لئے چن لیتے تو ہم بھی ان ہی کی اطاعت کرتے۔''

امام حسینؑ نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! قبل اس کے کہ تم حضرت ابوبکر کو اپنا امیر قرار دو تاکہ وہ تمہیں پیغمبرؐ کی جانب سے بغیر کسی دلیل و حجت اور ان کے خاندان کی رضامندی حاصل کئے بغیر لوگوں پر خلیفہ مقرر کردیں، یہ بتاؤ تمہیں تمہاری ذات پر کس نے حکمراں مقرر کیا ہے؟ کیا تمہاری رضامندی تو محمدؐ کی رضامندی ہے لیکن ان کے خاندان کی رضامندی آپؐ کی ناراضگی کا

باعث ہے؟ اگر تصدیق ایمان کے معاملے میں تمہاری زبانی سچائی قابل اعتبار ہوتی اور تمہارا کردار اہل ایمان کو تمہاری مدد پر اکساتا تو آج آل محمدؐ پر غلبہ حاصل کر کے منبر پر قابض نہ ہوئے ہوتے اور ان پر حکومت نہ کر رہے ہوتے جبکہ جو قرآن آل محمدؐ کے درمیان نازل ہوا ہے، تم اسے سننے کے علاوہ نہ اس کے حروف کی پہچان رکھتے ہو اور نہ ہی اس کے مفہوم اور تاویل کو جاننے کی صلاحیت رکھتے ہو۔ تمہارے نزدیک تمام افراد خواہ اچھے ہوں، خواہ برے، یکساں حیثیت کے حامل ہیں۔ خدا تمہیں تمہارے کیفر کردار تک پہنچائے اور جس بدعت کو تم معرض وجود میں لائے ہو اس پر تم سے سخت مواخذہ کرے۔

حضرت عمر غصے کے عالم میں منبر سے اترے اور اپنے چند ساتھیوں سمیت حضرت علی علیہ السلام کے گھر کی جانب چلے اور اجازت لینے کے بعد گھر میں داخل ہو کر کہنے لگے: اے اباالحسن! آج میں نے تمہارے بیٹے حسینؑ کے ہاتھوں کیا نہیں اٹھایا، وہ اونچی آواز سے مسجد النبوی میں مجھ سے گفتگو کرتے ہیں اور اہل مدینہ اور اوباش افراد کو میرے خلاف بھڑکاتے ہیں۔

اس وقت پہل کرتے ہوئے امام حسنؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: جس نے حکمرانی کے لئے خدائے متعال اور رسول خداؐ سے اجازت لینا ضروری نہ سمجھا، آیا وہ حسینؑ جیسے فرزند پیغمبر پر ناراضگی کا اظہار کرتا ہے اور اس کے ہم خیال ساتھیوں کو اوباش کہہ کر مخاطب کرتا ہے؟ خدا کی قسم! تم اوباش کی مدد سے حکومت تک پہنچے ہو۔ لہذا اوباش کے مددگاروں پر خدا کی لعنت ہو۔

حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو پرسکون رہنے کی ہدایت دیتے ہوئے

فرمایا: ابامحمد! پرسکون رہو، یقیناً تم جلد غیظ و غضب کا شکار نہیں ہوتے اور نہ ہی کسی ذلیل و پست خاندان سے تعلق رکھتے ہو اور نہ ہی تمہارا تعلق آشفتہ حال رکھنے والے افراد سے ہے۔ میری گفتگو سنو اور بات کرنے میں جلد بازی سے کام مت لو۔

حضرت عمر کہنے لگے: اباالحسنؑ! یہ دونوں خلافت کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچتے۔

امام علیؑ نے فرمایا: رسول خداؐ سے قرابت داری کی بناپر ان کی شان، حکومت کی ٹوہ میں لگے رہنے سے کہیں زیادہ بلند ہے، لیکن تم ان دونوں کے حق کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں راضی کرو تاکہ دیگر افراد بھی ان کے بعد تم سے راضی ہوجائیں۔

حضرت عمر نے سوال کیا: کون سی چیز ان کی رضامندی کا باعث بن سکتی ہے؟

امام علیؑ نے فرمایا: غلطیوں پر ندامت، توبہ اور گناہ سے پرہیز۔

حضرت عمر کہنے لگے: اباالحسنؑ! اپنے بیٹے کو مودب رہنے کی تعلیم دو تاکہ روئے زمین پر فرمانروائی کرنے والے حکمرانوں سے سروکار نہ رکھیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں انہیں مودب رہنے کی تلقین کرتا ہوں جن کے بارے میں غلطی اور گناہ کا اندیشہ ہوتا ہے لیکن جن کے باپ رسول خداؐ ہوں اور جس کا شیوہ و ادب پیغمبرؐ جیسا ہو، ان سے بہتر ادب کہاں ہوگا جس کی انہیں رہنمائی کی جاسکے؟ اے خطاب کے بیٹے! ان کو راضی کرو۔

حضرت عمر گھر سے باہر نکلے تو راستے میں حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف کی ان سے ملاقات ہوئی۔ عبدالرحمٰن نے نتیجہ کار دریافت کیا تو حضرت عمر نے کہا: کیا علیؑ ان کے شیر جیسے بچوں سے دلیل و بحث کی قدرت کسی میں پائی جاسکتی ہے؟

حضرت عثمان نے کہا: اے خطاب کے بیٹے! یہ عبدالمناف کی گرانقدر اولادیں ہیں جبکہ دیگر افراد ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

حضرت عمر کو یہ گفتگو بری معلوم ہوئی تو کہنے لگے: آج کے بعد ایسی پر افتخار گفتگو کرنے کی حماقت نہ کرنا۔

اس ردعمل پر حضرت عثمان نے برہم ہو کر حضرت عمر کی قمیض پکڑ کر انہیں دور پھینکا اور کہا: گویا جو کچھ میں نے کہا تم اسے نہیں مانتے؟

بعد ازاں عبدالرحمٰن نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیا اور لوگ وہاں سے منتشر ہوگئے۔[1]

۱۔ احتجاج طبرسی، جلد اول، ص۲۹۲

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ:

اِنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ فِی السَّمَآءِ اَکْبَرُ مِنْہُ فِی الْاَرْضِ۔[1]

یقیناً حسینؑ ابن علیؑ زمین سے زیادہ آسمان میں مقام رکھتے ہیں۔

امام حسینؑ کی دعا سے باران رحمت

کچھ عرصے سے کوفہ باران رحمت سے محروم تھا۔ چنانچہ اہل کوفہ حضرت علیؑ کی خدمت میں آئے اور آپؑ سے باران رحمت کیلئے دعا کی درخواست کی۔

حضرت علیؑ نے اس اہم کام کو امام حسینؑ کے سپرد کیا، چنانچہ امام حسینؑ کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثناء اور پیغمبر اکرمؐ پر درود و سلام کے بعد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ! مُعْطِیَ الْخَیْرَاتِ وَ مُنْزِلَ الْبَرَکَاتِ! اَرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْنَا مِدْرَارًا وَاسْقِنَا غَیْثاً مِغْزَارًا وَاسِعاً غَدَقاً مُجَلِّلاً سَحًّا سُفُوْحاً فُجَاجاً تُنَفِّسُ بِہِ الضَّعْفَ مِنْ عِبَادِکَ وَتُحْیِیْ بِہِ الْمَیِّتَ مِنْ بِلَادِکَ. آمِیْنَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ.

یعنی ''بارالہا! اے خیرات بخشنے والے اور برکتیں نازل کرنے والے! ہم پر مسلسل باران رحمت نازل فرما اور ہمیں ایسی فراوان، کثیر، وسیع، مسلسل رواں رہنے والی اور زمین کی گہرائی میں اتر جانے والی بارش عطا فرما کہ جس سے تیرے بندوں کی ناتوانی زائل ہو سکے اور مردہ زمین زندہ ہو جائے۔ آمین اے پروردگار عالم۔''

امام حسینؑ کی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ باران رحمت کی چھینٹیں پڑنے لگیں۔

۱۔ عیون الاخبار رضا، ج۱، ص۶۰۔ بحار الانوار، ج۳۶، ص۲۰۴

قَالَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلاَم:

مَنْ تَعَجَّلَ لِاَخِيْهِ خَيْراً وَجده اِذَا قَدَمُ عَلَيْهِ غداً.[1]

جوشخص اپنے بھائی کے ساتھ بھلائی کرنے میں عجلت سے کام لے گا، میدان قیامت میں وارد ہوتے ہی اس نیکی کو پالے گا۔

حضرت ابوذرؓ کے ہمراہ

حضرت ابوذر غفاریؓ کی جلاوطنی کا دستور صادر کرنے کے بعد حضرت عثمان نے حکم دیا کہ کوئی ان کے ہمراہ نہ جائے اور ان سے کلام نہ کرے۔لیکن امام علیؑ ، جناب عقیلؓ، عماریاسرؓ اورامام حسنؑ وحسینؑ نے ابوذرؓ کی ہمراہی کی اورگفتگوکے ذریعے ان کی رہنمائی فرمائی۔اس سلسلے میں امام حسینؑ نے فرمایا:

چچاجان! آپ کوجن حالات کاسامنا ہے یقیناً خدائے متعال انہیں تبدیل کرنے پر قادر ہے وہ ہر روز (ہروقت) مخلوق کے (ایک نہ ایک) کام میں ہے [2]، انہوں نے اپنی دنیا سے آپ کو جبکہ آپ نے اپنے دین کو ان سے دور رکھ کرمحفوظ کرلیا، آپ ان کی دنیا سے کس قدر بے نیاز ہیں جبکہ وہ

۱۔ کشف الغمۃ ، جلد دوم،ص۲۹۔ بحارالانوار، ج۷۸،ص۱۲۱۔

۲۔ کل یوم هو فی شان. سورۂ الرحمٰن، آیت۲۹

آپ کے دین کے اسی قدر محتاج ہیں۔ آپ خدائے متعال سے صبر اور مدد کی درخواست کیجئے اور اس کی بارگاہ میں لالچ اور بیتابی کا مظاہرہ کرنے سے پناہ مانگئے۔ یقیناً انسانوں کے درمیان صبر، دینداری اور کرامت کی علامت ہے اور لالچ کرنے سے وقت سے پہلے روزی حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی بیتابی سے موت میں تاخیر ہوتی ہے۔[1]

۱۔ بحار الانوار، ج ۲۲، ص ۴۱۲

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ:

مَنْ عَانَدَه، حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ رَايحة الجَنَّة.[1]

جو حسینؑ سے دشمنی رکھے گا خدا جنت کی خوشبو سے اسے محروم رکھے گا۔

پہلی کامیابی

جنگ صفین میں معاویہ کے لشکر کے ایک سردار ابوایوب اعور نے، حضرت علیؑ کے لشکر پر پانی بند کردیا۔ اس وجہ سے حضرت علیؑ نے چند سواروں کو روانہ کیا تاکہ وہ پانی حاصل کرنے کا انتظام کریں لیکن وہ سب شکست خوردہ اور ناامید لوٹ آئے۔ ایسی صورت میں امام حسینؑ نے امیرالمومنین حضرت علیؑ سے اجازت لی، چند سواروں کے ہمراہ میدان کی جانب گئے، ابوایوب اور اس کے ساتھیوں کو شکست دی اور اس مقام پر خیمہ نصب کیا پھر اپنے پدر بزرگوار امام علیؑ کی خدمت میں آئے اور انہیں کامیابی کی نوید سنائی۔ اس وقت حضرت علیؑ رونے لگے اور فرمایا: ''یہ پہلی کامیابی ہے جو حسینؑ کی برکت سے ہمیں نصیب ہوئی ہے۔''

آپؑ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: مجھے حسینؑ کے تشنہ لب کربلا میں شہادت کا منظر یاد آگیا ہے جب ان کا راہوار (مقتل سے) واپسی پر نوحہ کناں ہوگا: ''الامان والامان! اس امت سے جنھوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے پیغمبرؐ کے نواسے کو شہید کیا ہے۔''[2]

۱۔ بحارالانوار، ج۳۵، ص۴۰۵۔ احقاق الحق، ج۹، ص۲۰۲

۲۔ بحارالانوار، ج۴۴، ص۲۶۶۔ المنتخب للطریحی، جلد دوم، ص۳۰۰۔ مقتل المقرّم، ص۳۳۲

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ:

اِنَّ لِقَتْلِ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السلام حَرَارَۃً فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا تَبْرُدُ اَبَداً۔ [1]

بے شک شہادت حسینؑ کا غم، مؤمنوں کے دل میں حرارت بن کر اس طرح باقی رہے گا کہ جسے کبھی ختم نہ کیا جاسکے گا۔

سانحے کی یادیں

ایک مرتبہ امام حسین علیہ السلام، امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے۔ آپؑ کی نگاہ اپنے بھائی پر پڑی تو رو دیئے۔

امام حسنؑ نے پوچھا: "اے اباعبداللہؑ! آپ کے گریہ فرمانے کا کیا مطلب ہے؟"

امام حسینؑ نے فرمایا: "میرا گریہ اس سانحے کے سبب ہے جو آپ کے ساتھ پیش آنے والا ہے۔"

امام حسنؑ نے فرمایا: "میں جس مصیبت میں گرفتار ہونے والا ہوں اس

۱۔ مستدرک الوسائل، جلد دوم، ص ۲۱۷

کا سبب وہ زہر ہے جو دھوکے سے مجھے پلایا جائے گا اور میں اسی کے ذریعے قتل کیا جاؤں گا۔لیکن کوئی دن تمہاری شہادت کے دن سے زیادہ عظیم نہیں ہے۔

اے اباعبداللہؑ! تیس ہزار افراد تم پر حملہ آور ہوں گے جو خود کو ہمارے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اور مسلمان گردانتے ہوں گے اور تمہارے قتل، خون بہانے، ہتک حرمت کرنے اور خاندان کی اسیری اور خیموں کو غارت کرنے پر اقدام کریں گے۔

اس وقت (خدا اور فرشتوں) کی لعنت بنی امیہ پر نازل ہوگی اور آسمان سے خاکستر اور خون برسے گا اور تمام مخلوقات، یہاں تک کہ جنگلوں میں موجود وحشی درندے اور دریا میں موجود مچھلیاں بھی تم پر گریہ کناں ہوں گے۔"[1]

---

[1] امالی صدوق، ص۱۰۱، حدیث۳۔ بحارالانوار، ج۴۵، ص۲۱۸۔ مقتل المقرّم، ص۲۴۲

قَالَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلاَم:

مَنْ اَحَبَّنَا لَمْ يُحِبَّنَا لِقَرَابَةٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ وَلاَ لِمَعْرُوفٍ اَسْدَيْنَاهُ اِلَيْهِ، اِنَّمَا اَحَبَّنَا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، جَآءَ مَعَنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَاتَيْنِ. [1]

جو شخص ہم سے قرابتداری یا ہماری جانب سے نیکی و احسان حاصل کرنے کے بجائے فقط خدا اور رسول خداؐ سے محبت کی خاطر، ہمیں دوست رکھے وہ بروز قیامت (ان دو انگلیوں کی طرح) ہمارے ہمراہ ہوگا۔

بہار کی آغوش میں

امام حسن مجتبیٰؑ کی شہادت کے بعد چند افراد امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: یابن رسول اللہؐ! ہمارے کچھ ساتھی معاویہ سے جاملے ہیں جبکہ ہم آپ کے پاس آگئے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اس صورتحال میں معاویہ کی ان پر بخشش سے زیادہ میں تمہیں نوازوں گا۔

۱۔ بحارالانوار، ج ۲۷، ص ۱۲۷۔ اعلام الدین، ص ۴۶۰

وہ کہنے لگے: ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں! ہم اپنے دین کی خاطر یہاں آئے ہیں۔

امام حسینؑ نے کچھ لمحے معنی خیز خاموشی اختیار کی اور پھر فرمایا: ''جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ دریا کے ایک قطرے کی مانند ہے۔ جو شخص ہم سے قرابت داری یا ہماری جانب سے نیکی اور احسان حاصل کرنے کے بجائے فقط خدا اور رسول خداؐ سے محبت کی خاطر ہمیں دوست رکھے وہ بروز قیامت ان دونوں (آپؑ نے انگشت شہادت اور اس کے ساتھ والی انگلی کو ایک ساتھ رکھا) کی طرح ہمارے ہمراہ ہوگا''۔[1]

۱۔ بحارالانوار، ج ۲۷، ص ۱۲۷

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ:

اِنَّ الْحُسَيْنُ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ. [1]

بیشک حسینؑ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں۔

جود و کرم

ایک روز ایک صحرا نشین عرب امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی: ''ایک مرتبہ میں نے آپ کے نانا رسول خداؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ اپنی حاجت، شریف عرب یا مولائے کریم یا حامل قرآن یا کشادہ چہرے والے شخص سے طلب کرو۔''

آپ عرب ہیں اور کریم ہونا آپ کا شیوہ ہے۔ قرآن مجید آپ کے گھر میں نازل ہوا ہے اور پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ جب مجھے دیکھنا چاہو تو حسنؑ و حسینؑ کی زیارت کرلو۔

اس وقت امام حسینؑ نے اس کی حاجت دریافت کی تو اس نے اپنی حاجت زمین پر لکھ دی۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے رسول اکرمؐ سے سنا ہے: ''جود و کرم، مانگنے والے کی معرفت اور پہچان کے مطابق کیا جاتا ہے۔'' [2] اور میرے والد گرامی

۱۔ احقاق الحق، ج۹، ص۲۰۲

۲۔ المعروف بقدر المعرفة

فرماتے ہیں: ''انسان کی قدر و قیمت اس کے احسان اور بھلائی کے کام سے ہوتی ہے [1]، اس بنا پر میں تم سے تین سوالات پوچھتا ہوں، اگر تم نے تینوں کے جوابات دیدیئے تو چاندی و زر سے بھری ہوئی تین تھیلیاں دونگا، اگر دو کے صحیح جوابات دیئے تو دو تھیلیاں اور اگر ایک صحیح جواب دیا تو ایک تھیلی دوں گا۔''

اس شخص نے قبول کیا اور آپؑ نے پوچھنا شروع کیا: بہترین عمل کونسا ہے؟

اس نے جواب دیا: خدا پر ایمان لانا۔

امامؑ نے پوچھا: ہلاکت سے نجات کس عمل کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے؟

اس نے جواب دیا: خدا پر ایمان کے ذریعے۔

امامؑ نے پوچھا: خدا کے بندے کی زینت کس چیز میں ہے؟

اس نے جواب دیا: وہ علم و دانش جو حلم و بردباری کے ہمراہ ہو۔

امامؑ نے پوچھا: اگر یہ نہ ہو تو کیا کرے؟

اس نے جواب دیا: صبر و تحمل کے ساتھ غربت برداشت کرے۔

آپ نے پوچھا: اگر یہ نہ ہو تو کیا کرے؟

اس نے جواب دیا: پھر چاہئے کہ آسمان سے بجلی گرے اور اسے تباہ کردے۔

اس وقت امام حسینؑ مسکرائے اور چاندی اور سونے کی تین تھیلیاں اسے عطا کیں۔ [2]

۱۔ قیمة کل امری ما یحسنه ۔ اس نورانی کلام کا دوسرا ترجمہ بھی موجود ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

۲۔ احقاق الحق، ج۱۱، ص۴۴۰ تا ۴۴۴۔ فضائل الخمسة من الصحاح الستہ، ج۳، ص۲۷۰۔ بحار الانوار، ج۴۴، ص۱۹۶

قَالَ الْحُسَیْنُ عَلَیْهِ السَّلاَم:

مَنْ طَلَبَ رِضَی النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰـهُ وَکَلَهُ اللّٰـهُ اِلَی النَّاس.[1]

جو خدا کو غضب میں لاکر لوگوں کی خوشنودی حاصل کرتا ہے، خدا اسے لوگوں کے سہارے پر چھوڑ دیتا ہے۔

جب معاویہ کے پیروکار قتل ہو جائیں گے

حضرت علیؑ کے مخلص شیعہ، حجر بن عدی کو شہید کرنے کے بعد معاویہ مدینہ گیا۔ وہاں اس نے امام حسینؑ کو دیکھا تو کہنے لگا: اے اباعبداللہؑ! ہم نے حجر بن عدی اور ان کے احباب اور ساتھیوں اور آپ کے والد کے شیعوں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے کیا آپ تک اس کی خبر پہنچی ہے؟

امام حسینؑ نے واقعات سے متعلق دریافت فرمایا تو معاویہ نے کہا:

''ہم نے انہیں قتل کر کے ان کی تکفین کی اور ان کی نماز جنازہ ادا کی۔''

سید الشہداء امام حسینؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

۱۔ بحار الانوار، ج۱۷، ص۲۰۸۔ اختصاص شیخ مفید، ص۲۲۵

''اے معاویہ! وہ تو تیرے دشمن تھے، اگر ہم تیرے کسی پیروکار کو قتل کریں تو اسے بغیر کفن و دفن اور نماز کے چھوڑ دیتے ہیں۔ امام علیؑ کے بارے میں تمہاری ہرزہ سرائی، ہماری کینہ پروری میں تمہاری دشنوں اور بنی ہاشم کے بارے میں تمہاری الزام تراشیوں کی خبر مجھ تک پہنچی ہے۔ ان باتوں کے پیش نظر تمہیں چاہئے کہ اپنے اندر جھانکو اور حق کو تلاش کرو، چاہے وہ تمہارے لئے مضر ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا اگر تم خود کو دوسروں سے زیادہ عیب دار نہ پاؤ تو تمہارے عیوب غیر اہم اور ناچیز ہوں گے اور ہمارا شمار تم پر ستم کرنے والوں میں ہوگا۔

اے معاویہ! اپنی کمان کے علاوہ کہیں تیر نہ ڈالو اور اپنے مقصد سے ہٹ کر تیر نہ چلاؤ اور ہم پر نزدیک سے تیر نہ چلاؤ۔ خدا کی قسم! یقیناً تم ہمارے معاملے میں ایسے شخص کی اقتدا کرتے ہو جس کا اسلام میں کوئی کردار نہیں رہا اور اس کی منافقت نئی نہیں ہے اور نہ ہی وہ تمہارے بارے میں فکرمند ہے۔[1] پس اپنے کردار میں غور وفکر کرو یا ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔'' [2]

۱۔ آپؑ کی مراد، عمرو بن عاص ہے۔

۲۔ احتجاج طبرسی، ج۲، ص۲۹۷۔ کشف الغمۃ، ج۲، ص۳۰۔ المحجۃ البیضاء، ج۴، ص۲۲۷۔ بحار الانوار، ج۴۴، ص۱۲۹

قَالَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَام:

اِنَّ اَجْوَدَ النَّاسِ مَنْ اَعْطَىٰ مَنْ لَا يَرْجُوهُ.[1]

بیشک لوگوں میں سب سے زیادہ کریم وہ ہے جس کی بخشش ان لوگوں سے مخصوص ہو جن سے کسی صلے کی امید نہیں ہے۔

بیمار کی شفایابی

حبابہ کا تعلق امام حسینؑ کے شیعوں میں ہوتا تھا، وہ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپؑ نے احوال پرسی فرمانے کے بعد فرمایا: اے حبابہ! ہماری ملاقات کو کیوں نہیں آتیں؟

میں نے کہا: اس کا سبب وہ بیماری و پریشانی ہے جس میں، میں مبتلا ہوں۔

آپؑ کے بیماری سے متعلق استفسار پر حبابہ نے اپنا کوڑھ میں مبتلا چہرہ دکھایا۔ اس وقت امام حسینؑ نے اپنا لعاب مبارک اس مقام پر لگایا اور دعا فرمائی۔ اسی لمحے کوڑھ کے اثرات چہرے سے زائل ہو گئے اور آپؑ نے فرمایا:

۱۔ کشف الغمة، جلد۲، ص۲۰۵

''اے حبابہ! خدا کا شکر بجالاؤ، خدا نے اس مرض کو تم سے دور کردیا ہے۔''

حبابہ سجدۂ شکر بجالائیں، سجدے سے سر اٹھانے کے بعد امام حسینؑ نے فرمایا: ''اے حبابہ! ہم اور ہمارے شیعہ خدا کی قائم کردہ فطرت پر قائم ہیں جبکہ دیگر افراد اس سے (کوسوں) دور ہیں۔'' [۲]

۲۔ بحارالانوار، ج۴۴، ص۱۸۰

قَالَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامَ:

اَيُّهَاالنَّاسُ! مَنْ جَادَ سَادَ وَمَنْ بَخِلَ رَذُلَ. [1]

اے لوگو! جس نے کرم کیا اس نے بزرگی پائی اور جس نے بخل سے کام لیا اسے ذلت وپستی اٹھائی۔

دو دعوتیں

ایک دن امام حسینؑ کا گزر فقراء و مساکین کے قریب سے ہوا جو روکھی سوکھی کھانے میں مصروف تھے۔ انہوں نے آپؑ کو کھانے میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ امام حسینؑ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمانے لگے اور اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی:

ان اللہ لا یحب المستکبرین. (سورۂ نحل، آیت۲۲)

بعدازاں آپؑ ان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: میں نے تمہاری دعوت قبول کی، اب تم بھی میری دعوت کو قبول کرو۔

اس وقت وہ تمام غریب افراد امام حسینؑ کے گھر گئے اور امام حسینؑ نے ان کی خاطر مدارات کی۔[2]

۱۔ کشف الغمة، ج۲، ص۲۰۵

۲۔ بحارالانوار، ج۴۴، ص۱۸۹

قَالَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامَ:

حَوَائِجُ النَّاسِ اِلَيْكُمْ مِنْ نِعَمَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ فَلاَ تَمِلُّوْا النِعَمَ فَتَحُوْرَ نِقَماً. [۱]

لوگوں کا تمہارے سامنے حاجت پیش کرنا خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ پس اس نعمت کو ہاتھ سے نہ جانے دو، ورنہ عذاب و بدبختی کا سبب ہوگا۔

مردے کی وصیت

ایک دن ایک نوجوان گریہ و زاری کے عالم میں امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: میری والدہ وصیت کئے بغیر دنیا سے چلی گئی ہیں اور جبکہ ان کی ملکیت موجود ہے لیکن انہوں نے مجھے تاکید کی ہے کہ آپ کو اطلاع دینے سے قبل ان کے اموال کو ہاتھ نہ لگاؤں۔

اس صورتحال میں امام حسینؑ اپنے مقام سے اٹھے اور نوجوان کے ہمراہ اس کی والدہ کے پاس چل دیئے۔ آپؑ نے دعا کی تاکہ خدائے متعال اس خاتون کو وصیت کرنے کے لئے زندہ کرے۔ ناگاہ اس نوجوان کی ماں اٹھ

۱۔ کشف الغمة، جلد۲، ص۲۰۸

بیٹھی، کلمہ شہادت کو اپنی زبان پر جاری کیا اور امام حسینؑ کی جانب نگاہ اٹھا کر یوں گویا ہوئی: ''اے میرے مولاؑ! (گھر میں) تشریف لایئے اور اپنے متعلق جو حکم ہو صادر فرمایئے۔''

امام حسینؑ گھر کے اندر داخل ہوئے اور اسے وصیت بیان کرنے کی درخواست کی۔

وہ بولی: ''یابن رسول اللہؐ! میری ملکیت کا تیسرا حصہ (ساری اشیاء کو ایک ایک کر کے شمار کیا) آپ کو دیتی ہوں۔ جہاں آپ چاہیں استعمال کریں۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ میری اولاد آپ کی چاہنے والی ہے تو دو تہائی حصہ ان کو دیتی ہوں اور اگر وہ آپ کے مخالفین میں سے ہوں تو آپ میری ساری ملکیت لے جائیں کیونکہ مؤمنین کی ملکیت میں آپ کے مخالفوں کا کوئی حصہ نہیں ہوا کرتا۔''

پھر اس نے امام حسینؑ سے کفن و دفن اور نماز پڑھانے کی درخواست کی اور مر گئی۔[1]

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۱۸۱

قَالَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامَ:

لَوْ رَأَيْتُمُ الْمَعْرُوفَ رَجُلاً، رَأَيْتُمُوهُ حَسَناً جَمِيلاً تَسُرُّ النَّاظِرِيْنَ۔ [1]

اگر اچھائیوں کو مجسم کیا جاتا تو وہ ایک ایسے خوبصورت شخص کی صورت میں نظر آتی جس سے دیکھنے والے مسرور اور مبہوت ہو جاتے۔

حضرت علیؑ کے فضائل امام حسینؑ کی زبانی

معاویہ اس بات کے درپے تھا کہ یزید کی ولی عہدی کو عوام کے درمیان مستحکم کیا جائے۔ لہذا وہ یزید کے بیعت لینے کے ہر موقعے سے فائدہ اٹھاتا تھا۔

جب امام حسینؑ مکہ تشریف لے گئے تو آپؑ نے بنی ہاشم اور انصار کے مرد و خواتین کو جمع کیا۔ نیز اپنے نمائندے روانہ کئے تاکہ وہ تمام اصحاب پیغمبرؐ کو جمع کریں۔ آپ چاہتے تھے کہ اسلامی معاشرے سے متعلق سیاسی مسائل کے بارے میں مسلمانوں کو آگاہ کریں۔ اس موقع پر آپؑ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

۱۔ کشف الغمة، جلد۲، ص۲۹۔ بحارالانوار، ج۷۸، ص۱۲۱

''اس سرکش و مجرم شخص نے ہمارے شیعوں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ آپ لوگوں کو بخوبی معلوم ہے۔ میں آپ لوگوں سے تقاضا کرتا ہوں کہ اگر میری گفتگو سچائی پر مبنی ہو تو میری تصدیق کریں اور اگر اس کے برخلاف ہو تو میری تکذیب کریں۔ میری آپ لوگوں سے یہ خواہش ہے کہ خدائے متعال اور رسول خداؐ کی خوشنودی اور اپنے نبیؐ سے میری قرابت کا لحاظ کرتے ہوئے میری گفتگو سنیں اور لکھ لیں اور اپنے اپنے علاقے کے مسلمانوں اور قابل اعتماد افراد تک پہنچائیں۔ آپ ہمارے حق سے آگاہ ہیں لہذا لوگوں کو اس کی دعوت دیں۔ یقین جانیئے میں اس امر (یعنی خلافت رسول خداؐ) اور خدائی حق کے ضائع و پراگندہ ہونے سے خوفزدہ ہوں۔ خدا اپنے نور کو کامل کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اگرچہ کفار کو یہ بات ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔

آپ کو خدا کا واسطہ (دے کر سوال کرتا ہوں)! کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول خداؐ نے اپنے اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا اور فرمایا: ''دنیا و آخرت میں تم میرے اور میں تمہارا بھائی ہوں۔''

سب نے آپ کی اس بات کی تائید کی اور امام حسینؑ نے اپنی گفتگو جاری رکھی:

آپ کو خدا کی قسم! کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے ایک زمین خریدی اور اس پر مسجد اور دس مکان تعمیر فرمائے اور علیؑ کے گھر کو ان سب کے درمیان میں قرار دیا اور علیؑ کے دروازے کے علاوہ مسجد کی سمت کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرادیا اور فرمایا: ''میں نے اپنے اختیار سے یہ کام انجام

نہیں دیا ہے بلکہ خدائے متعال نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمام مکانات کے دروازے بند کردیئے جائیں اور علیؑ کے گھر کا دروازہ مسجد کی سمت کھلا رکھا جائے، اسی طرح علیؑ کے علاوہ دیگر تمام افراد کا مسجد میں سونا ممنوع قرار دیا گیا اور اسی مسجد میں رسول خداؐ اور علیؑ کے فرزندوں کی ولادت ہوئی۔"

سب نے آپ کی بات سے اتفاق کیا، امام حسینؑ نے فرمایا:

آپ پر خدا کو گواہ بناتا ہوں، کیا آپ کو معلوم ہے کہ عمر بن خطاب نے مسجد سے متصل اپنے گھر کی دیوار میں شگاف ڈالا تو رسول خداؐ نے اسے اس کام سے منع فرمایا اور ایک خطبہ کے دوران ارشاد فرمایا: "خدا نے مجھے ایسی پاک مسجد کی تعمیر کا حکم دیا ہے جہاں میرے، میرے بھائی اور ان کی اولاد کے سوا کوئی رہائش اختیار نہ کرے۔"

سب نے امام حسینؑ کی تصدیق کی اور سیدالشہداءؑ نے فرمایا:

"آپ پر خدا کو گواہ بناتا ہوں، کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول خداؐ نے غدیرخم کے روز علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کا باآواز بلند اعلان فرمایا اور حاضرین سے درخواست کی کہ غیر موجود افراد تک یہ پیغام ضرور پہنچائیں؟"

سب نے تائید کی اور امام حسینؑ نے فرمایا:

آپ کو خدا کا واسطہ، کیا آپ کو علم ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے جنگ تبوک میں ارشاد فرمایا: "تمہیں (علی علیہ السلام) مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی اور میرے بعد تم ہر مومن کے ولی ہو۔"

سب نے قبول کیا تو امام حسینؑ نے فرمایا:

''خدا کو گواہ بنا کر بتایئے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول خداؐ نے مباہلہ کے دن علیؑ وفاطمہؑ اوران کے دو فرزندوں کے علاوہ کسی کو ہمراہ نہیں لیا۔''

سب نے اعتراف کیا تو امام حسینؑ نے فرمایا:

خدا کو گواہ بنا کر بتایئے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے خیبر میں پرچم علیؑ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا: ''میں مسلمانوں کا پرچم ایسے شخص کو عطا کروں گا جو خدا اور رسول خداؐ کا محبوب ہے اور وہ بھی خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور وہ میدان جنگ سے فرار اختیار نہیں کرتا اور خدا اس کے ذریعے ہمیں فتح وکامرانی نصیب فرمائے گا۔''

سب نے آپ کی باتوں کا اعتراف کیا تو آپ نے گفتگو جاری رکھی:

''خدا کو گواہ بنا کر بتایئے کہ آیا آپ جانتے ہیں کہ رسول خداؐ کو جب بھی کسی مشکل کا سامنا ہوتا تھا، آپؐ اس اعتماد کی بنا پر جو آپؐ کو علیؑ پر تھا، انہیں مشکل کے حل کے لئے روانہ فرماتے تھے اور کبھی بھی علیؑ کو نام لے کر مخاطب نہ فرماتے بلکہ بھائی کہہ کر پکارتے۔''

سب نے امام حسینؑ کی بات کو قبول کیا تو آپؑ نے مزید فرمایا:

کیا آپ اس بات سے واقف ہیں کہ رسول خداؐ نے سورۂ برأت کے اعلان کے لئے علیؑ کو روانہ کیا اور فرمایا: ''میرے دین کی تبلیغ میں کرسکتا ہوں یا وہ شخص جس کا تعلق مجھ سے ہو۔''

سب نے قبول کیا اور آپؑ نے کلام جاری رکھا:

''کیا آپ کو علم ہے کہ حضرت علیؑ اور رسول خداؐ کے درمیان ہر شب و

روز میں خصوصی ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں اور پیغمبر اکرمؐ آپؑ سے گفتگو فرماتے تھے؟''

تمام افراد نے تصدیق کی اور امام حسینؑ نے فرمایا:

کیا آپ کو معلوم ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فاطمہ زہراؑ سے فرمایا: ''میں نے تمہیں ایسے شخص کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک کیا ہے جو میرے اہلبیتؑ کے درمیان بہترین، اسلام لانے میں سب پر سبقت لے جانے والا اور ان میں سب سے زیادہ صاحب علم وحلم ہے۔''

پیغمبر اکرمؐ نے اپنے اس قول کے ذریعے جناب جعفرؓ اور حمزہؓ پر علیؑ کو فوقیت عطا کی؟

سب نے اقرار کیا اور سید الشہداءؑ نے فرمایا:

کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: ''میں فرزندان آدمؑ میں سب سے برتر ہوں اور میرے بھائی علیؑ عرب کے سرور و آقا اور فاطمہؑ جنت کی عورتوں کی سردار اور میرے دو فرزند، حسنؑ و حسینؑ، جوانان بہشت کے دو سردار ہیں۔''

سب نے اعتراف کیا اور امامؑ نے کلام جاری رکھتے ہوئے کہا:

''کیا آپ کو معلوم ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے علیؑ کو حکم دیا تھا کہ وہ آپؐ کو غسل دیں اور یہ بھی فرمایا کہ جبرئیلؑ، اس کام میں ان کی مدد کریں گے؟''

سب نے آپ کی تائید کی اور امام حسینؑ نے فرمایا:

کیا رسول اکرمؐ نے اپنے آخری خطبے میں یہ نہیں فرمایا: ''یقیناً میں تمہارے درمیان دو قیمتی چیزیں، کتاب اللہ اور اپنے اہلبیتؑ کو چھوڑے جا رہا

ہوں، پس ان دو کو تھام رکھو کبھی گمراہ نہ ہو۔"

سب نے آپ کی تائید کی اور حضرت امام حسینؑ نے فرمایا:

خدا کو گواہ بنا کر بتایئے کہ کیا رسول خداؐ نے نہیں فرمایا: "دل میں محبت علیؑ کے بغیر، مجھ سے دعوائے محبت جھوٹ ہے، جو علیؑ سے دشمنی رکھتا ہے وہ میرا دوست نہیں ہوسکتا۔"

کسی نے سوال کیا کہ یارسول اللہؐ! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: "اس لئے کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں، جو انہیں دوست رکھے وہ مجھے دوست رکھتا ہے اور جو مجھے دوست رکھتا ہے وہ خدا کو دوست رکھتا ہے، جو علیؑ کو دشمن رکھے وہ میرا دشمن ہے اور جو مجھ سے دشمنی رکھے اس نے خدا سے دشمنی اختیار کی ہے۔"

سب نے آپ کی باتوں کو قبول کیا اور بیک وقت کہا:

"جی ہاں خدا کی قسم! ہم نے یہ سب باتیں رسول خداؐ سے سنی ہیں۔"

بعدازاں سب خاموشی کے ساتھ منتشر ہوگئے۔ [1]

۱۔ کتاب سلیم بن قیس، ص۲۰۶۔ بحارالانوار، ج۳۳، ص۱۸۲تا۱۸۶

قَالَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلاَم:

عَلَى الْاِسْلاَمِ السَّلاَمُ اِذْ قَدْ بُلِيَتِ الْاُمَّةُ بِرَاعٍ مِثْلِ يَزِيْدَ۔[1]

اسلام کی تباہی کا سامان اس وقت فراہم ہو گیا جب اسلامی امت یزید جیسے شخص کی حکمرانی میں گرفتار ہوئی۔

سرد جنگ

معاویہ کے مرنے کے بعد ضحاک بن قیس نے اس کے کفن کو اٹھایا اور منبر پر جا کر لوگوں کو معاویہ کے مرنے کی خبر سنائی اور پھر اس پر نماز پڑھی اور اسے دفن کر دیا اور یزید کے لئے تعزیتی پیغام روانہ کیا جو اس وقت حوران کے مقام پر عیاشیوں میں مصروف تھا۔ اس نے یزید سے تقاضا کیا کہ وہ جلد از جلد شام آئے اور لوگوں سے دوبارہ بیعت لے۔

یزید خط پاتے ہی چل پڑا اور معاویہ کے دفن ہونے کے تیسرے روز دمشق پہنچا۔ ضحاک بن قیس نے اس کا استقبال کیا۔ دونوں ایک دوسرے کے ہمراہ معاویہ کی قبر پر گئے اور وہاں نماز پڑھی۔ بعدازاں یزید نے لوگوں سے خطاب کے دوران کہا:

۱۔ بحار الانوار، ج۴۴، ص۳۲۶

''ہم حق اور دین کے طرفدار ہیں۔ اے شام والو! تمہیں مبارک ہو کیونکہ ہمیشہ خیر و خوبی، تمہارے ہی درمیان رہی۔ عنقریب میرے اور اہل عراق کے درمیان جنگ عظیم ہوگی کیونکہ تین رات قبل میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے اور اہل عراق کے درمیان ایک خونی نہر تیزی کے ساتھ رواں دواں ہے، میں نے اسے عبور کرنے کی بہت کوشش کی مگر نہ کرسکا، لیکن اسی دوران میری نگاہوں کے مقابل عبیداللہ بن زیاد نے اس نہر کو عبور کرلیا۔'' [1]

شام کے لوگوں نے بیک آواز ہو کر کہا: ''ہمیں جہاں چاہو لے جاؤ، صفین میں اہل عراق نے ہماری جو تلواریں دیکھی ہیں وہ تمہارے ساتھ ہیں۔''

یزید نے مختلف علاقوں میں موجود اپنے عہدیداروں کو خط کے ذریعے معاویہ کی موت سے آگاہ کیا اور والی مدینہ ولید بن عتبہ کو لکھا:

''معاویہ نے مجھ سے ایک عہد و پیمان لے کر مجھے ابوتراب کے خاندان سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی ہے، خدا ابوسفیان کے خاندان سے تعلق رکھنے والے مظلوم عثمان اور خاندان کے دیگر تمام افراد کا یار و مددگار ہے جو سب کے سب حق کے طرفدار اور عدل و انصاف کے خواہاں لوگوں میں سے ہیں۔ میرا خط تمہیں ملے تو اہل مدینہ سے بیعت لو۔''

پھر ایک چھوٹے سے کاغذ پر لکھا:

''حسینؑ، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر سے

۱۔ مقتل المقرّم، ص۱۳۹ (البیان سے اقتباس)۔ التبیین جاحظ، جلد۲، ص۱۰۹۔ الکامل مبرّد، ج۳، ص۳۰۰

مضبوط طریقے سے بیعت لو اور ان میں سے جو بھی انکار کرے اس کے سر کو کاٹ کر میرے پاس روانہ کرو۔[1]

خط ملنے کے بعد ولید نے مروان سے مشورہ کیا اور عبداللہ بن عمر کو امام حسینؑ اور بقیہ تین افراد کے پاس روانہ کیا تاکہ یہ افراد دارالامارہ میں پیش ہوں۔

ولید کے پیغام رساں کے پیغام پہنچا کر جانے کے بعد عبداللہ بن زبیر، امام حسینؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا: "یہ ولید سے ملاقات کا وقت نہیں ہے اور اس کا اس طرح بلانا مجھے بھلا معلوم نہیں ہوتا آپ کے خیال میں ہمیں اس وقت کس لئے بلایا گیا ہے؟"

امام حسینؑ نے فرمایا: "میں نے کل رات خواب میں معاویہ کے گھر کو جلتا ہوا اور اس کے منبر کو الٹا ہوا دیکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ مرچکا ہے۔ یہی سبب ہے کہ لوگوں میں اس خبر کے منتشر ہونے سے پہلے ہمیں یزید کی بیعت کی غرض سے طلب کیا جارہا ہے۔"

بعدازاں امام حسینؑ گھر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز پڑھنے اور بارگاہ خدا میں دعا کرنے بعد اپنے چند جوان ساتھیوں کو جمع کیا اور فرمایا:

"ولید نے مجھے طلب کیا ہے، وہ میرے شانوں پر ایسی ذمہ داری ڈالنا چاہتا ہے جسے میں قبول نہیں کروں گا۔ آپ لوگ میرے ہمراہ چلیں اور دروازے کے پیچھے کھڑے رہیں، اگر میں اپنی آواز بلند کروں اور آپ کو بلاؤں تو تلواریں اٹھائے اندر داخل ہوجانا لیکن کوئی کام کرنے میں جلدی نہ

۱۔ مقتل المقرّم، ص۱۴۰ (مقتل خوارزمی، جلد۱، ص۱۷۸ تا ۱۸۰ سے اقتباس)

کرنا، جسے بھی میرے قتل کے درپے پانا اسے قتل کردینا۔"

امام حسینؑ اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے اور خود دارالامارہ میں داخل ہوئے اور مروان کو ولید کے قریب پا کر فرمایا: "صلہ رحم، رابطہ منقطع کرنے سے بہتر ہے کہ خدا تم دونوں کے درمیان امور کی اصلاح کرے۔ معاویہ بیمار تھا، کیا اس کی کوئی خبر ہے، اس کی طبیعت کیسی ہے؟"

ولید نے ایک آہ لی اور معاویہ کی موت کی خبر دیتے ہوئے کہا: "تمہیں ہم نے یزید کی بیعت کے سلسلے میں یہاں طلب کیا ہے، لوگ اسکی بیعت کر چکے ہیں۔"

امام حسینؑ نے فرمایا: "یقیناً مجھ جیسے شخص کو مخفیانہ بیعت نہیں کرنی چاہئے، میرا خیال نہیں کہ تم مجھ سے پوشیدہ بیعت لینے پر اکتفا کرو گے، کل ہمیں لوگوں کے ساتھ بیعت کے لئے طلب کرنا۔"[1]

اس صورتحال کو دیکھ کر مروان گویا ہوا: "خدا کی قسم! اگر اس وقت حسینؑ بیعت کئے بغیر یہاں سے چلے گئے تو دوبارہ تیرے ہاتھ نہ آئیں گے اور ہمارے درمیان خونریزی ہوگی، اسے زندان میں ڈال دے تاکہ بیعت کرے یا اس کا سرتن سے جدا کردے۔"

امام حسینؑ آشفتہ خاطر ہوئے اور فرمایا: "اے زرقا کے بیٹے! تو مجھے قتل کرے گا یا وہ؟ اگر کسی نے ایسا کرنا چاہا تو میں زمین کو اس کے خون سے رنگ دوں گا، اگر خواہش ہے تو آزما کر دیکھ لے۔"

۱۔ ارشاد مفید، ج۲، ص۳۳۔ الفصول المہمۃ، ص۱۸۲

پھر آپؑ ولید کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے امیر! ہمارا تعلق خاندان نبوت اور معدن رسالت سے ہے، ہمارے ہی خاندان میں خدا کی رحمت اور فرشتوں کی آمد و رفت رہی ہے، خدا ہمارے ہی ذریعے اپنی رحمت کا آغاز اور اختتام کرتا ہے، یزید ایک فاسق، شرابی، بے گناہوں کا قاتل اور خدائی احکامات کو پامال کرنے والا شخص ہے اسی بناپر مجھ جیسا شخص اس کی بیعت نہیں کرسکتا، ہمیں اس بات کا انتظار رہے گا کہ ہم میں سے کون خلافت اور بیعت کا حقدار قرار پاتا ہے۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے اپنے نانا رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے: ''خلافت ابوسفیان کی اولاد پر حرام ہے۔''، جس خاندان کے بارے میں پیغمبر خداؐ نے یوں ارشاد فرمایا ہو کیونکر ان کی بیعت کروں؟''[1]

دوران گفتگو امام عالی مقامؑ کی آواز بلند ہوئی تو امامؑ کے ہمراہ آئے ہوئے جوانوں نے شمشیریں لہراتے ہوئے اندر داخل ہونا چاہا کہ ناگاہ امامؑ مجلس سے باہر آگئے اور پھر سب اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔[2]

اس موقع پر مروان نے ولید سے کہا: ''تو نے میری بات نہیں سنی، اب ایسا موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔''

ولید کہنے لگا: ''تیرا برا ہو! تو چاہتا ہے کہ میں انہیں قتل کر کے دین و

۱۔ امالی صدوق، ص۱۳۰۔ بحارالانوار، ج۴۴، ص۳۱۲۔ مقتل المقرمؒ، ص۱۴۲ تا ۱۴۴

۲۔ ابن شہرآشوب اپنی کتاب مناقب میں لکھتے ہیں: جیسے ہی آپؑ کی آواز بلند ہوئی، امامؑ کے انیس اصحاب اندر داخل ہوئے اور مقابلے کیلئے تیار تھے لیکن آپؑ ان کو لیکر مجلس سے باہر نکل آئے۔

دنیا دونوں ہی کھو بیٹھوں۔ خدا کی قسم! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ دنیا کا مالک ہو جاؤں اور حسینؑ بن علیؑ کو قتل کردوں۔ خدا کی قسم! میں ہرگز یہ گمان نہیں رکھتا کہ کوئی حسینؑ کو قتل کر کے صرف ذلت و خواری اور اعمال کی کمی کے عالم میں خدا سے ملاقات کر سکے۔ خدا ایسے شخص پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا اور نہ اسے اس برائی سے نجات دے گا بلکہ وہ دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔''

مروان نے کہا: ''اگر تیرا یہی عقیدہ ہے تو تو نے جو کیا وہ صحیح تھا۔''[1]

رات آئی تو امام حسینؑ، رسول اللہؐ کے مزار پر تشریف لے گئے، قبر رسولؐ سے ایک نور ساطع ہوا اور امام حسینؑ نے فرمایا: ''اے رسول خداؐ! آپ پر میرا سلام ہو! میں حسینؑ فاطمہؑ کا بیٹا، آپ کا عزیز و فرزند اور دلبند ہوں، میں آپ کا وہ نواسا ہوں جسے آپ نے اپنی امت کے درمیان جانشین قرار دیا۔ اے پیغمبر خداؐ گواہ رہئے! یقیناً ان لوگوں نے میری تحقیر کی ہے، میں آپ کی خدمت میں یہی شکایت لے کر آیا ہوں یہاں تک کہ آپ کے دیدار کو پہنچوں۔''[2]

امام حسینؑ دوسرے روز خبریں سننے کی غرض سے باہر آئے تھے کہ مروان نے آپؑ کو دیکھا تو کہنے لگا: ''تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں، اسے سنو کہ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ امیر المؤمنین یزید کی بیعت کرلو، مجھے یقین ہے کہ یہ کام تمہارے دین و دنیا کے لئے بہتر ثابت ہوگا۔''

۱۔ ارشاد مفید، ج۲، ص۳۳۔ مقتل المقرّم، ص۱۴۰ تا ۱۴۴۔ اللہوف، ص۲۲ تا ۲۴

۲۔ مقتل المقرّم، ص۱۴۵۔ بحار الانوار، ج۱۰، ص۱۷۲

امام حسینؑ نے فرمایا: ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وَ عَلَی الْاِسْلَامِ السَّلَامُ اِذْ قَدْ بُلِیَتِ الْاُمَّۃُ بِرَاعٍ مِثْلِ یَزِیْدَ.'' ہم خدا کی جانب سے آئے ہیں اور اسی کی جانب ہماری بازگشت ہے، اسلام کی تباہی کا سامان اس وقت فراہم ہوگیا جب اسلامی امت، یزید جیسے شخص کی حکمرانی میں گرفتار ہوگئی۔

اس کے بعد آپ نے اپنی گفتگو کو جاری رکھا اور فرمایا: ''تیرا برا ہو! کیا تو مجھے یزید جیسے فاسق شخص کی بیعت کا حکم دیتا ہے؟ اے بڑے گمراہ! تیری یہ بات انتہائی لغو اور بے بنیاد ہے، میں تجھے اس کام پر ملامت نہیں کروں گا کیونکہ تو وہ ملعون ہے جس پر رسول خداؐ نے تیرے باپ حکم بن ابی العاص کے صلب میں ہی لعنت اور نفرین کی ہے۔ یقیناً رسول خداؐ کا نفرین شدہ شخص یزید کی بیعت کی دعوت کے سوا کر ہی کیا سکتا ہے۔ اے دشمن خدا! مجھ سے دور ہو جا، یقیناً ہم رسول خداؐ کے اہلبیت ہیں، حق ہمارے خاندان میں ہے اور ہماری زبان حق کے سوا کچھ نہیں کہتی۔ میں نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا ہے کہ: ''آل سفیان اور جو افراد زبردستی مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں اور ان کی اولاد پر خلافت حرام ہے، جب بھی معاویہ کو برسر منبر دیکھو اس کے پیٹ کو چاک کرڈالو۔''

خدا کی قسم! اہل مدینہ نے اسے میرے جد کے منبر پر دیکھا لیکن حکم رسولؐ کی تعمیل نہ کی۔ اس صورتحال میں خدا نے یزید کو ان پر مسلط کر دیا ہے، خدا جہنم کی آگ کے عذاب کو اس (یزید) پر اضافہ فرمائے۔ اے مروان! تیرا برا ہو، مجھ سے دور ہوجا۔ یقیناً تو نجاست اور پلیدی کا مرکز ہے جبکہ ہم ایک پاک

و طاہر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں خدائے متعال نے اپنے پیغمبرؐ پر یہ آیت نازل کی: "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْراً."

اے زرقا کے بیٹے! تمہارے لئے روز قیامت کے اس لمحے کی بشارت دیتا ہوں جب میرے حق اور یزید کے متعلق تجھ سے بازپرس کی جائے گی۔"[1]

---

[1]۔ مقتل المقرّم، ص۱۴۶

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ:

اِنَّ لَکَ فِی الْجَنَّۃِ دَرَجَاتٍ لَنْ تَنَالَھَا اِلَّا بِالشَّھَادَۃِ.[1]

(اے حسینؑ!) یقیناً جنت میں تمہارے لئے ایسے مقامات ہیں کہ جنہیں تم شہادت کے بغیر حاصل نہیں کرسکتے۔

رسول خداؐ کے مزار پر حاضری

واقعہ کے دوسرے روز بوقت عصر، ولید نے چند افراد کو امام حسینؑ کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ انہیں بیعت کے لئے دارالامارہ آنے کا پیغام دیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا: ”کل تک ٹھہر جاؤ تا کہ دیکھا جائے کیا پیش آتا ہے۔“

رات ہوئی تو امام حسینؑ رسول اکرمؐ کے مزار پر حاضر ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد اپنے خدا سے ہم کلام ہوئے اور فرمایا:

”بارالہٰا! یہ تیرے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر ہے اور میں محمدؐ کی بیٹی کا فرزند ہوں، جو کچھ میرے ساتھ پیش آیا ہے تو اسے خوب جانتا ہے۔ خدایا! میں یقین سے کہتا ہوں کہ میں نیک اور پسندیدہ کاموں کو دوست رکھتا

۱۔ بحارالانوار، ج۴۴، ص۳۱۳

ہوں اور نازیبا اور برے کاموں کو ناپسند کرتا ہوں۔ اے صاحب جلال و کرامت! اس مزار اور اس میں موجود شخصیت کی قسم! جو کچھ تو نے میرے لئے منتخب کیا ہے اس پر راضی ہوں۔''

بعدازاں آپ محو بکا ہوئے اور صبح کے قریب کچھ لمحے کو آنکھ لگ گئی، خواب میں رسول خداؐ کو ملائکہ کے درمیان دیکھا اور آنحضرتؐ نے آپؑ کو سینے سے لگایا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور فرمایا:

''اے میرے فرزند! اے حسینؑ! عنقریب میں تجھے کربلا میں پیاس کے عالم میں سر بریدہ اور شہید دیکھوں گا۔ خدائے متعال انہیں میری شفاعت سے بہرہ مند نہیں کرے گا اور نہ ہی یہ لوگ خدا سے فرار کا کوئی راستہ پا سکیں گے۔ اے میرے محبوب! اے حسینؑ! تمہارے ماں، باپ اور بھائی میرے پاس آچکے ہیں اور اب تمہارے دیدار کے مشتاق ہیں۔ یقیناً جنت میں تمہارے لئے ایسے مقامات ہیں کہ جنہیں تم شہادت کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے۔''[1]

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۲۸۔ مقتل المقرّم، ص ۱۴۴

قَالَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامَ:

يَا اَيُّهَا النَّاسُ نَافِسُوْا فِي الْمَكَارِمِ وَسَارِعُوْا فِي الْمَغَانِمِ۔[1]

اے لوگو! نیک اور پسندیدہ صفات اور اہم روحانی فوائد کے حصول کیلئے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے میں کوشاں رہو۔

آخری گفتگو

جب یزید کے ساتھ امام حسینؑ کے ملاپ نہ ہونے کا یقین ہوگیا تو محمد حنفیہ، امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کی: ''میرے بھائی! تم میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب اور عزیز ہو اور تمہاری اطاعت بھی مجھ پر واجب ہے کیونکہ خدا نے تمہیں مجھ پر فوقیت عطا کی ہے اور جنت کے اعلیٰ افراد میں سے قرار دیا ہے۔ خدا کی قسم! اگر مجھے کسی کی خیر و بھلائی کا علم ہو جائے تو اسے کبھی پوشیدہ نہیں رکھوں گا اور جبکہ تم میرے وجود، روح اور ہستی میں میرے شریک ہو، تمہیں اس سلسلے میں سب سے زیادہ لائق سمجھتا ہوں، اسی بناپر جہاں تک ممکن ہو کسی بھی شہر میں سکونت اختیار نہ کرو اور اپنے نمائندے روانہ کرو تاکہ وہ لوگوں کو تمہاری بیعت کی دعوت دیں، اگر لوگ تمہاری بیعت پر آمادہ ہو جائیں تو خدا کا شکر بجالاؤ ورنہ بصورت دیگر تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ مجھے خوف ہے کہ تمہارے کسی شہر میں داخلہ کے ساتھ ہی

ا۔ کشف الغمة، ج۲، ص۲۹

لوگوں میں اختلاف رائے وجود میں آئے گا اور ایک گروہ تمہاری حمایت کرے گا مگر دوسرا گروہ تمہارے خلاف قیام کرے گا جس کا انجام خونریزی ہوگا اور تم بلا و مصیبت کا شکار ہو جاؤ گے اور اس امت کے بہترین فرد کا خون ضائع اور اس کے خاندان کی حرمت پامال ہوجائے گی۔"

امام حسینؑ نے پوچھا: "تمہارے خیال مطابق مجھے کہاں جانا چاہیۓ؟"

محمد حنفیہ نے کہا: "میرے خیال میں تمہارا مکہ جانا بہتر ہے اور اگر وہ جگہ بھی تمہارے لئے مقام امن ثابت نہ ہوتو جنگلوں اور پہاڑوں کو عبور کرتے ہوئے ایک مقام سے دوسرے مقام تک کا سفر جاری رکھو یہاں تک کہ لوگوں کے انجام کار سے آگاہی حاصل ہو، مجھے یقین ہے کہ تم درست تفہیم اور آہنی ارادوں کے ذریعے پے درپے آنے والی تمام مشکلات کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کروگے۔"[۱]

امام حسینؑ نے فرمایا: "میرے بھائی! اگر مجھے دنیا میں کسی مقام پر پناہ نہ ملے، تب بھی یزید کی بیعت نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر میں کوہستانی علاقوں میں مضبوط پتھروں سے بنے مقامات یا حیوانات کی رہائش گاہوں میں پناہ لوں تو یہ وہاں بھی مجھے تلاش کرکے قتل کردیں گے۔ (اس مقام پر محمد حنفیہ گریہ کرنے لگے) خدا تمہیں جزائے خیر دے کیونکہ تم نے میرے ساتھ بھلائی اختیار کی ہے لیکن میں نے مکہ جانے کا ارادہ کیا ہے اور اس امر میں میرے بھائی اور ان کی اولاد اور میرے وہ شیعہ بھی شریک ہیں جو میرے خیالات و نظریات سے اتفاق رکھتے ہیں لیکن تم یہیں مدینے میں رہو اور حالات پر کڑی نظریں رکھو اور مجھے ان سے باخبر رکھو۔"[۲]

۱۔ کشف الغمة، ج۲،ص۲۹۔ بحار الانوار، ج۷۸،ص۱۲۱

۲۔ مقتل المقرّم ،ص۱۵۰

قَالَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامَ:

مَرْحَباً بِالْقَتْلِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلٰكِنَّكُمْ لاَ تَقْدِرُوْنَ عَلَى هَدمِ مَجدی وَ مَحوِ عِزَّتِیْ وَ شَرَفِیْ فَاِذاً لاَ اُبَالِیْ مِنَ الْقَتْلِ. [1]

خدا کی راہ میں قتل ہونا لائق تحسین ہے لیکن تم میری شان و عظمت اور عزت و شرافت کو ختم نہیں کر سکتے، اسی بنا پر میں موت سے خوفزدہ نہیں ہوں۔

امام حسینؑ کا وصیت نامہ

حضرت سید الشہداء امام حسینؑ نے مدینے سے مکہ روانگی کے موقع پر درج ذیل وصیت نامہ تحریر فرمایا، اپنی انگوٹھی سے اس پر مہر لگائی اور اپنے بھائی محمد حنفیہ کو دیا۔

شروع اس خدا کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حسینؑ، یقین کے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسولؐ

۱۔ ملحقات احقاق الحق، ج۱۱، ص۶۰۱

ہیں اور آپؐ ہی خدا کی جانب سے آئین حق کو لائے۔

حسینؑ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جنت اور جہنم برحق ہیں اور بے شک قیامت بھی واقع ہونے والی ہے اور خدائے متعال انسانوں کو قبروں سے اٹھائے گا۔

بلاشبہ میں تفریح و خوش باشی اور غرور و فساد اور ظلم کی غرض سے مدینے سے نہیں نکلا ہوں بلکہ میں نے اپنے جد کی امت کی اصلاح کی خاطر اپنے سفر کا آغاز کیا ہے۔ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں اور اپنے جد اور بابا علیؑ ابن ابی طالبؑ کی سیرت پر چلنے کا ارادہ رکھتا ہوں، جو بھی میرے ذریعے سے اس حقیقت کو تسلیم کر کے میری اطاعت کو اختیار کرے گا وہ خدا کے راستے کو پالے گا، بصورت دیگر میں صبر کروں گا یہاں تک کہ خدا میرے اور اس قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

میرے بھائی! یہ وصیت میری جانب سے آپ کے لئے ہے اور میں خدا کے سوا کسی سے توفیق طلب نہیں کرتا اور خدا ہی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے پلٹ کر جانا ہے۔[1]

۱۔ بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۳۲۹

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہِ وَسَلَّمُ:
بِالْحُسَیْنِ تُسْعَدُوْنَ وَبِہِ تُشْقَوْنَ. [1]
تمہاری سعادت وخوش نصیبی اور شقاوت و بدنصیبی کا تعلق حسینؑ (کی اطاعت یا مخالفت) سے ہے۔

خطوط وغیرہ

کوفے والوں کو خبر ملی کہ امام حسینؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کردیا ہے اور مکہ کی جانب روانہ ہوئے ہیں، ان حالات کے پیش نظر شیعہ افراد، سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں جمع ہوئے اور سلیمان نے ان سے کہا: ''اگر آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی مدد کریں گے اور ان کے دشمنوں کے خلاف جہاد کریں گے تو خط بھیج کر انہیں آگاہ کردیں اور اگر آپ لوگ ان کی مدد کرنے میں سستی سے کام لیں گے تو ان کو دھوکہ میں نہ رکھیں۔''

سب نے مدد وحمایت کا اظہار کیا اور ایک خط یوں تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''سلیمان بن صرد، مسیّب نجبہ، رفاعۃ بن شداد، حبیب ابن مظاہر اور کوفہ کے دیگر شیعوں کی جانب سے مرقوم ہے۔

۱۔ احقاق الحق، ج۹، ص۲۰۲

حمد ہے اس خدا کی جس نے آپ کے ظالم دشمن کو موت سے ہمکنار کیا اور اسے نابودی عطا کی، جس نے امت مسلمہ کے اموال پر غاصبانہ قبضہ قائم کیا اور ان کی رضامندی کے بغیر ان پر حکمرانی کی، ان کے درمیان موجود نیک افراد کو قتل کیا جبکہ برے افراد کو باقی رہنے دیا اور خدا کا مال، اس دور کے ظالم و عیاش افراد کے حوالے کیا۔ پس اسے قوم ثمود کی مانند رحمت خدا سے دوری نصیب ہو۔

ہمارا کوئی امام اور پیشوا نہیں، لہذا ہماری جانب چلے آیئے۔ ہمیں امید ہے کہ خدا ہمیں حق کے گرد اکٹھا کرے گا۔ اس وقت نعمان بن بشیر دارالامارہ میں موجود ہے لیکن ہم نماز جمعہ اور عید کے موقع پر اس کی اقتدا نہیں کرتے ہیں۔ اگر ہمیں یہ علم ہو جائے کہ آپ ہماری جانب آرہے ہیں تو اسے یہاں سے نکال باہر کریں گے اور شام کی جانب روانہ کردیں گے۔ انشاء اللہ۔"

یہ خط، عبداللہ بن مسمع ہمدانی اور عبداللہ بن وال تیمی کے ذریعے امام حسینؑ کی طرف روانہ کیا گیا۔ یہ لوگ رمضان المبارک کی دوسری تاریخ کو مکہ پہنچے۔ دو دن بعد قیس بن مسہر صیداوی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن شداد ارجبی اور عمارۃ بن عبداللہ سلولی دیگر تقریباً ایک سو پچاس خطوط کے ہمراہ امام حسینؑ کی خدمت میں بھیجے گئے۔ دو روز کے بعد پھر خط لکھا گیا جس کا متن یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسینؑ بن علیؑ کے نام

ان کے شیعوں کی جانب سے!

امابعد! جلدی کیجئے کہ لوگ آپ کے منتظر ہیں اور آپ کے سوا کسی اور کونہیں چاہتے۔ جلدی کیجئے، جلدی کیجئے، جلدی کیجئے۔

والسلام

یہ خط ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ کے ہمراہ روانہ کیا گیا۔ اس موقع پر کوفے کے دولت مند افراد پر مشتمل ایک جماعت نے خط لکھا جن میں شبت بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن الحارث، عروۃ بن قیس احمسی، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمیر تمیمی کے نام شامل ہیں جو اشراف کوفہ تھے۔ خط میں تحریر تھا:

"ہمیں ہر سمت سے ہریالی اور شادابی نے آ گھیرا ہے، پھل پک چکے ہیں، آپ کے حکم کا منتظر لشکر تیار ہے، آپ جب چاہیں ہمارے پاس آ سکتے ہیں۔"

اس صورتحال میں امام حسینؑ نے رکن و مقام کے درمیان دو رکعت نماز ادا کی اور خدائے متعال سے اچھائی کی درخواست کی اور ایک خط یوں تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسینؑ بن علیؑ کی جانب سے

مسلمانوں اور مؤمنوں کے نام!

امابعد! ہانی اور سعید تمہارے آخری خطوط میرے پاس آئے۔ آپ تمام افراد کی یہی درخواست تھی کہ ہمارے درمیان امام موجود نہیں ہے اور میں تمہاری جانب آؤں تاکہ شاید خدا تمہاری ہدایت کرے۔ میں اپنے بھائی اور چچازاد، مسلم بن عقیل کو تمہاری جانب روانہ کر رہا ہوں، وہ میرے نزدیک قابل اطمینان ہیں۔ آپ لوگوں نے اپنے خطوط میں جن فاضل اور عقلمند و دانا افراد کی صائب رائے اور ہمت کا تذکرہ کیا ہے ان کی تائید کریں گے تو عنقریب میں تمہاری طرف آؤں گا، انشاء اللہ۔ میری جان کی قسم! امام نہیں ہے مگر وہ جو کتاب خدا کے مطابق حکم دے اور عدل و انصاف قائم کرے اور دین حق کی اطاعت کرے اور خود کو نفسانی خواہشات سے دور رکھ کر صرف خدا کی ذات کے حوالے کر دے۔

والسلام

یہ خط آپؑ نے مسلم بن عقیل [۱] کے ہمراہ کوفہ روانہ کیا۔

۱۔ کتاب ارشاد میں شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یہ خط ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ کے ہمراہ کوفہ بھیجا گیا جبکہ کتاب لہوف میں سید بن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق مسلم بن عقیل کے ہمراہ روانہ کیا۔ البتہ بظاہر نظر آنے والے قرائن سے کتاب لہوف کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ:
لَاَنْ یَرْضٰی عَنِّی اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ لِیْ حُمْرَالنَّعَمْ. [1]

حسینؑ کی مجھ سے رضا مندی، میرے نزدیک سرخ بالوں والے اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

بے وفا ساتھی

مسلم بن عقیلؑ نے، امام حسینؑ کے احکامات کی بجاآوری کی غرض سے ماہ رمضان المبارک کی پندرہویں تاریخ کو مکہ سے کوفے کی جانب سفر اختیار کیا۔ لیکن آپ ابتدا میں مدینہ آئے اور مسجد نبویؐ میں نماز ادا کی اور خاندان والوں کو الوداع کیا اور دو رہنما افراد کے ہمراہ چل پڑے۔ چند دنوں کی مسافت طے کرنے کے بعد انہیں محسوس ہوا کہ راستہ بھول چکے ہیں۔ راستہ بھولنے اور پیاس کی شدت نے آگے سفر کرنے میں رکاوٹ کھڑی کردی۔ ان حالات کے باعث مسلم بن عقیل، امام حسینؑ کو خط لکھنے پر مجبور ہوگئے اور یوں تحریر کیا:

۱۔ فضائل الخمسہ، ج۳، ص۲۶۸۔ حمر النعم دنیا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (مجمع البحرین سے اقتباس)

امابعد! میں مدینے سے دور رہنما افراد کے ساتھ چلا اور ہم راستہ کھو بیٹھے، یہاں تک کہ وہ دونوں جاں بحق ہوگئے لیکن ہم مضیق نامی مقام پر پانی تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ان حالات کی بنا پر میں اس سفر کو بری فال سمجھتا ہوں۔ اگر آپ کی رائے بھی یہی ہو تو مجھے اس کام سے معذور رکھیں اور کسی دوسرے شخص کو روانہ کریں۔

والسلام

یہ خط مسلم نے قیس بن مسہّر کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا۔

امام حسینؑ نے خط کے جواب میں تحریر کیا:

امابعد! مجھے خوف ہے کہ خوفزدہ ہونے کی بناپر تمہارے ارادوں میں تبدیلی واقع ہوچکی ہو، جو کام تمہیں سونپا گیا ہے اسے جاری رکھو۔

والسلام

جب خط مسلم کو ملا تو وہ چل پڑے، پانچ شوال کو کوفے میں داخل ہوئے اور مختار ابن ابی عبیدہ کے گھر سکونت اختیار کی۔ شیعہ حضرات ان کے پاس آئے تو مسلم نے امام حسینؑ کا خط انہیں پڑھ کر سنایا، وہ لوگ رونے لگے، اس وقت عابس بن شبیب شاکری کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد وثناء کے بعد کہا:

''میں دیگر افراد کی جانب سے کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ میں ان کے

دلوں کے حالات سے واقف نہیں ہوں۔ لہذا ان کے نام پر آپ کو فریب نہیں دوں گا۔ خدا کی قسم! میں آپ کی دعوت کا جواب دیتے ہوئے دشمن کے ساتھ جہاد کروں گا یہاں تک کہ آپ کے ہم رکاب ان پر تلوار چلاتے ہوئے خدا سے ملاقات کروں اور یہ سب کام ثواب حاصل کرنے کیلئے انجام دوں گا۔''

اس موقع پر حبیب ابن مظاہر کھڑے ہوئے کہا:

''اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! میں بھی اسی کا ہم عقیدہ ہوں۔''

بالآخر اٹھارہ ہزار افراد[1] نے مسلم کی بیعت کی۔ مسلم نے امام حسینؑ کو ایک خط میں تمام روداد لکھ کر روانہ کی اور آپؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔

دوسری جانب اس واقعے کے پس منظر میں کوفے کا گورنر نعمان بن بشیر منبر پر گیا اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہنے لگا:

''امابعد! اے خدا کے بندو! خدا سے ڈرو اور فتنہ و اختلافات پیدا کرنے میں عجلت سے کام مت لو کیونکہ اس کے نتیجے میں مرد ہلاک ہو جاتے ہیں اور خون بہتا ہے اور مال کی تاراجی ہوتی ہے۔ اگر کوئی مجھ سے جنگ کا خواہاں نہ ہو تو میں بھی اس سے جنگ نہیں کروں گا۔ میں تمہاری پرسکون زندگی میں ہلچل نہیں مچاؤں گا اور نہ ہی تمہیں ایک دوسرے کی جان لینے پر اکساؤں گا۔ میں بدگمانی اور تہمت کے شبے میں کسی کو گرفتار نہیں کروں گا لیکن اگر کوئی

۱۔ بیعت کرنے والوں کی کم از کم تعداد یہی ہے جبکہ بعض مقامات پر پچیس ہزار اور چالیس ہزار بھی بیان کی گئی ہے۔

بیعت توڑ کر اپنے امیر کی مخالفت میں قدم اٹھائے گا تو اسے اپنی تلوار کا مزہ چکھاؤں گا، چاہے اس کام میں میری مدد کرنے والا کوئی نہ ہو۔ مجھے امید ہے کہ تمہارے درمیان اہل باطل سے زیادہ جو ہلاک ہونے والے ہیں، حق شناس افراد موجود ہوں گے۔"

عبداللہ بن مسلم جو بنی امیہ کا ہم نوالہ تھا کھڑا ہوا اور نعمان کو ان امور پر سختی سے کاربند رہنے کی ہدایت کی۔ بعدازاں یزید کو ان الفاظ میں خط تحریر کیا:

"مسلم بن عقیل کوفے آئے ہیں اور شیعہ لوگ حسینؑ بن علیؑ کے لئے ان کے ہاتھوں پر بیعت کر رہے ہیں۔ اگر کوفہ کو بچانا چاہتے ہو تو اپنی مانند مضبوط ارادے کے مالک شخص کو کوفہ روانہ کرو کیونکہ نعمان بن بشیر کمزور ہے یا پھر کمزوری کا مظاہرہ کر رہا ہے۔"

عمارۃ بن عقبہ اور عمر بن سعد بن ابی وقاص نے بھی انہی عبارات سے ملتا جلتا خط یزید کو روانہ کیا۔ یزید نے ان خطوط کو پڑھنے کے بعد سرجون[1] کو طلب کیا اور اس سے مشورہ چاہا تو سرجون نے کہا:

"اگر معاویہ زندہ ہو جائے تو اس کے مشورے کو قبول کرو گے؟"

یزید کے مثبت جواب دینے پر اس نے یزید کو معاویہ کا وہ فرمان نامہ دکھایا جس میں اس نے مرتے وقت عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ و بصرہ کا والی مقرر کرنے کی ہدایت کی تھی۔ یزید نے عبیداللہ ابن زیادہ سے بہتر تعلقات نہ ہونے کے باوجود اسے اسی منصب پر بحال کر دیا۔ جس وقت یزید کا حکم عبیداللہ

۱۔ اس کا تعلق دمشق کے عیسائیوں سے تھا اور وہ معاویہ کے دور میں وزارت خزانہ کا مشیر تھا۔

تک پہنچایا گیا وہ پانچ سو افراد کے ہمراہ کوفہ کی جانب روانہ ہوگیا۔

کوفہ کے لوگ امام حسینؑ کی آمد کے منتظر تھے۔ جب عبیداللہ ابن زیادہ چہرہ چھپائے اور سیاہ عمامہ باندھے ہوئے کوفے میں داخل ہوا تو لوگوں کو امامؑ کی آمد کا گمان ہوا، اسی بنا پر سب اسے سلام اور خوش آمدید کہہ کر استقبال کرنے لگے لیکن کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ یہ عبیداللہ ابن زیاد ہے۔

عبید ﷲ نے عیاری سے کام لیتے ہوئے خود کو دارالامارہ تک پہنچایا۔ نعمان بن بشیر کا گمان بھی یہی تھا کہ وہ حسینؑ ہے۔ لہٰذا عمارت کے اوپر سے آواز دی: ''یابن رسول اللہؐ! جو امانت میرے سپرد کی گئی ہے وہ آپ کے حوالے نہیں کروں گا۔''

اس صورتحال پر ابن زیاد نے کہا: ''دروازہ کھول، تجھے بھلائی نصیب نہ ہو، تیری رات لمبی ہوچکی ہے۔''

ایک شخص نے اسے پہچان لیا اور آواز لگائی: اے لوگو خدا کی قسم! وہ عبیداللہ ابن زیاد ہے۔

لوگوں نے ابن زیاد پر پتھروں کی بارش شروع کردی جبکہ نعمان نے انتہائی سرعت کے ساتھ قصر کا دروازہ کھولا اور ابن زیاد اندر داخل ہوا، کچھ دیر بعد لوگ بے چارگی کے عالم میں منتشر ہوگئے۔ دوسرے دن صبح منادی نے ندا دی تو لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ ابن زیاد منبر پر گیا اور اپنی تقریر میں کہا: ''امیرالمؤمنین نے تم پر اور تمہارے شہر پر مجھے والی مقرر کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے درمیان ستم دیدہ افراد کو عطا کروں اور محروم افراد تک رسائی

حاصل کروں اور جو اطاعت کرے اس پر احسان کروں۔ میری تلوار اور تازیانہ، تمہارے نافرمان لوگوں پر چلے گا۔ لہذا ہر شخص خود اپنا ذمہ دار ہے۔ جب تک میں کہی باتوں پر عمل کر کے نہ دکھاؤں تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔"

منبر سے نیچے آنے کے بعد عبیداللہ نے حکم دیا کہ شہر کے مختلف علاقوں میں موجود بزرگان کوفہ کے ناموں کی فہرست اسے فراہم کی جائے اور ان تمام افراد کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ یزید کے حامیوں، خوارج اور دربار کے مخالف افراد کی فہرست فراہم کریں، بصورت دیگر ان کے علاقوں میں ہونے والی ہر قسم کی فتنہ جوئی اور مخالفت کی ذمہ داری ان پر عائد کی جائے گی۔ وہ ابن زیاد کی جانب سے کسی رعایت کے حقدار نہ ہوں گے۔ ان کا خون اور مال حلال سمجھا جائے گا۔ اگر کسی علاقے کے سرکش اور باغی افراد کی فہرست فراہم نہ کی گئی تو اس علاقے کے بزرگ کو اس کے گھر کے دروازے پر پھانسی دی جائے گی اور اہل محلّہ کو ابن زیاد کی عطا و بخشش سے محروم رکھا جائے گا۔

جب مسلم بن عقیل نے عبیداللہ کی گفتگو سنی تو رات کے وقت مختار کے مکان سے نکل کر ہانی کے مکان میں منتقل ہو گئے جبکہ شیعوں نے مخفیانہ طور پر آمد و رفت کا سلسلہ جاری رکھا۔

شریک ابن اعور جن کا تعلق شیعوں سے تھا اور ابن زیاد کے ہمراہ کوفہ آئے تھے، ہانی کے گھر میں سکونت پذیر تھے۔ وہ علیل ہو گئے تو ابن زیاد نے پیغام بھیجا کہ وہ رات کے وقت ہانی کے گھر عیادت کے لئے آئے گا۔ اس بنا پر شریک نے مسلم سے کہا: "ہم سب ہی ابن زیاد کی ہلاکت کے خواہشمند

ہیں، پس تم عقبی کمرے کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور جب ابن زیاد آ کر بیٹھ جائے تو باہر آ کر اسے قتل کر دو۔"

چند لمحوں بعد ابن زیاد آ کر بیٹھ گیا۔ شریک نے بہت انتظار کیا مگر مسلم باہر نہ آئے۔ شریک نے اشعار پڑھے اور خاص انداز گفتگو کے ذریعے مسلم کو طے شدہ کام کی انجام دہی کی جانب متوجہ کرانا چاہا[1] لیکن کوئی پیش قدمی نہ ہوئی یہاں تک کہ ابن زیاد وہاں سے رخصت ہوا۔ شریک نے مسلم سے باہر نہ آنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا:

"دو وجوہات کی بنا پر میں نے اسے قتل نہیں کیا، پہلی وجہ یہ تھی کہ حضرت علیؑ نے رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ اسلام میں اچانک قتل کرنے کو

۱۔ تاریخ کی کتابوں میں شریک کی جانب سے دو اشعاروں کو نقل کیا گیا ہے۔ پہلا اشارہ یہ تھا کہ انہوں نے مسلم سے کہا تھا کہ جس وقت میں پانی مانگوں تم باہر آ کر اس کی گردن اڑا دینا۔ دوسرا اشارہ وہ اشعار تھے کہ جن کو پڑھنے کے ذریعے شریک مسلم کو اس کام میں جلدی کرنے کی ہدایت کر رہے تھے، وہ اشعار یہ ہیں:

ما الانتظار بسلمی لا تُحیُوها　　حیّوا سلیمی و حیّوا من یحییها

کاس المنیة بالتعجیل اَسقُوها

مقتل المقرّم میں ان اشعار کو یوں قلمبند کیا گیا ہے:

ما تنتظرون بسلمی لا تحیوها　　حیّوا سلیمی وحیّوا من یحییها

هل شربةٌ عذبة اسقی علی ظما　　ولو تلفت وکانت منیّتی فیها

وان تخشیّت من سلمی مراقبة　　فلست تَامنُ یوماً من دوا هیها

بیک وقت دونوں وجوہات کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ شریک نے طے شدہ طریقۂ کار کے مطابق پانی مانگا اور جب مسلم نے اقدام نہ کیا تو انہوں نے ان اشعار کو پڑھا۔

ممنوع قرار دیا گیا ہے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ ہانی کی زوجہ نے گریہ و زاری کے عالم میں مجھے قسم دی تھی کہ ان کے گھر میں یہ کام انجام نہ دیا جائے۔''

اس صورتحال میں ہانی نے کہا: ''وائے ہو اس (زوجہ) پر! جس نے مجھے اور خود کو قتل گاہ لے جانے کی تیاری کرلی ہے اور جس چیز سے وہ فرار حاصل کرنا چاہتی تھی اسی نے اسے آلیا ہے۔''

ان واقعات کے پس منظر میں دوسری جانب ابن زیاد نے مسلم کو تلاش کرنے کے لئے اپنے غلام معقل کو بھاری رقم دی اور کہا: ''یہ رقم لے لو اور اس کے ذریعے مسلم اور ان کے ساتھیوں کی نشاندہی کرو۔''

معقل کو دوران تلاش معلوم ہوا کہ جس مسجد میں مسلم بن عقیل نماز ادا کرتے ہیں، مسلم بن عوسجہ اس مسجد میں، امام حسینؑ کے لئے بیعت لیتے ہیں، اس خبر کے پیش نظر اس نے اس مسجد میں نماز ادا کی اور مسلم بن عوسجہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''اے خدا کے بندے! میں شام کا رہنے والا ہوں، خدا نے محبت اہلبیتؑ کے ذریعے مجھ پر احسان کیا ہے، لہذا میری خواہش ہے کہ یہ تین ہزار درہم اس شخص کو دوں جس کے بارے میں مجھے خبر ملی ہے کہ وہ حال ہی میں کوفہ میں داخل ہوا ہے اور رسول خداؐ کی بیٹی کے فرزند کے لئے بیعت لیتا ہے۔ میرے استفسار کرنے پر چند لوگوں نے مجھے آپ کی نشاندہی کی کہ تم اس کے خاندان کو پہنچانتے ہو، اسی بناپر میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ مجھ سے رقم لے لیں اور ان کے پاس لے جائیں اور اگر چاہیں تو چلنے سے پہلے مجھ سے بیعت لے لیں۔''

مسلم بن عوسجہ نے کہا: ''میں تمہاری ملاقات سے مسرور ہوں، خدا تمہارے ذریعے سے اہلبیتؑ پیغمبر کی نصرت کرے گا لیکن میرا کام ختم ہونے سے قبل لوگوں کی اس بات سے آگاہی کو قرین مصلحت نہیں سمجھتا۔''

آخرکار، مسلم بن عوسجہ نے مضبوط عہد و پیمان کے ہمراہ اس سے بیعت لی اور چند دنوں کے بعد اسے مسلم بن عقیل کے پاس لے گئے۔ اس نے بیعت کی اور رقم مسلم بن عقیل کے حوالے کی۔

معقل نے ان تمام واقعات کی اطلاع ابن زیاد کو دی۔ اطلاع پاتے ہی ابن زیاد ہانی کے پاس آیا اور کہا: ''مسلم بن عقیل کو تمہارے گھر میں لایا گیا ہے اور تم ان کے لئے اسلحہ جمع کرنے میں مصروف ہو۔''

ہانی نے انکار کیا تو ابن زیاد نے معقل کو بلایا۔ ہانی حقیقت سے مطلع ہوئے تو کہا: ''اگر وہ (مسلم بن عقیل) میرے قدموں کے نیچے ہوں گے تب بھی اپنا پاؤں نہیں اٹھاؤں گا (ان تک پہنچنے نہیں دوں گا)۔

اس موقع پر ابن زیاد نے چھڑی سے ہانی کے چہرے پر کاری زخم لگائے اور انہیں خون آلود چہرے کے ساتھ گرفتار کرلیا گیا۔

جب مسلم بن عقیل کو ہانی کے ساتھ پیش آنے والے واقعے کی خبر ملی تو انہوں نے قیام [1] کرنے کا فیصلہ کرلیا اور عبداللہ بن حازم سے کہا کہ ان کے ساتھیوں کے درمیان اس بات کا اعلان کیا جائے اور انہیں جمع کیا

۱۔ مسلم نے آٹھویں ذی الحجہ، یوم الترویہ بروز منگل اپنے قیام کا آغاز کیا اور اسی دن امام حسینؑ مکہ سے عراق کی جانب روانہ ہوئے۔

جائے۔ ان حالات کے پیش نظر چار ہزار افراد نے ''اے امت کے منصور'' کی صدائیں لگاتے ہوئے آمادگی کا اظہار کیا اور سب ابن زیاد کے محل کی جانب روانہ ہوئے اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ ابن زیاد نے جب خود کو اس بحران میں گرفتار پایا تو اپنے ساتھیوں، من جملہ شہاب بن کثیر کو حکم دیا کہ وہ مختلف قبائل کے لوگوں کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر مسلم بن عقیل کی مدد کرنے سے باز رکھیں۔ دوسری جانب ابن زیاد نے اپنے اطراف موجود امراء و اشراف سے (جو ابن زیاد جیسے افراد کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھتے تھے) درخواست کی کہ وہ لوگ محل کے بالائی حصے پر جاکر لوگوں کو وعدوں کے ذریعے ورغلائیں اور سرکش افراد کو ان کے انجام کار سے خوف دلائیں۔ ان تمام افراد نے ابن زیاد کی جانب سے سونپی گئی ذمہ داری کو ادا کیا۔ لوگ ان کی گفتگو سننے کے بعد آہستہ آہستہ منتشر ہوگئے۔ ان حالات میں عورتیں اپنے بیٹوں، بھائیوں اور شوہروں کے پاس آتیں اور ان کی منت سماجت کرکے کہتیں:

''واپس آجاؤ، دیگر افراد کی موجودگی کافی ہے۔''

مرد بھی اپنے بھائیوں، بیٹوں اور دیگر رشتہ داروں کے پاس جاتے اور انہیں گھر لے جاتے۔

آخرکار جس وقت مسلم بن عقیل نماز مغرب و عشاء کے لئے مسجد میں آئے تو تیس افراد ان کے ہمراہ تھے۔ بعد نماز وہ محلّہ کندہ کی جانب روانہ ہوئے تو دس افراد ان کے ہمراہ تھے اور جب اس محلے سے باہر آئے تو تنہا تھے۔ اس سرگردانی اور آوارہ وطنی کے عالم میں وہ کوفے کی گلیوں میں گھومتے

رہے۔ یہاں تک کہ طوعہ نامی عورت کے گھر کے قریب پہنچے جو دروازے پر کھڑی اپنے بیٹے کی منتظر تھی۔ مسلم نے وہاں پہنچ کر اس کو سلام کیا اور اس سے پانی مانگا۔ اس نے پانی دیا۔ مسلم بن عقیل پانی پینے کے بعد دیوار کے کنارے بیٹھ گئے۔ عورت نے مسلم سے اپنے اہل خانہ کے پاس جانے کی ہدایت کی تو مسلم نے خاموشی اختیار کی۔ تیسری بار اس عورت نے کہا: ''سبحان اللہ! اے بندۂ خدا! اٹھو اور اپنے اہل خانہ کے پاس جاؤ، خدا تمہیں سلامتی عطا کرے، اس طرح میرے گھر کے دروازے پر بیٹھنا بھلا معلوم نہیں ہوتا۔''

مسلم کھڑے ہو گئے اور کہا: ''اس شہر میں نہ میرا کوئی گھر ہے اور نہ اہل خانہ، کیا تم نیکی کر کے جزا حاصل کرنا چاہتی ہو؟''

عورت نے مسلم کا مقصد دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ''میں مسلم بن عقیل ہوں، ان لوگوں نے مجھ سے جھوٹ بولا اور مجھے دھوکہ دیا۔''

عورت نے متعجب ہو کر پوچھا: ''کیا تم ہی مسلم ہو؟''

مسلم کا مثبت جواب سن کر عورت نے ان کو اپنے گھر میں بلایا اور ان کی خاطر مدارات کی لیکن مسلم نے رات کا کھانا تناول نہ کیا۔

وقت انتہائی سرعت کے ساتھ گزر رہا تھا کہ ناگاہ اس کا بیٹا گھر میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی ماں کی آمد و رفت اس کمرے میں معمول سے زیادہ ہے۔ بیٹے کے بے پناہ اصرار پر ماں نے بیٹے کو اس راز کو پوشیدہ رکھنے کی تاکید کرتے ہوئے کہا: 'میرے بیٹے! اس راز کو پوشیدہ رکھنا، وہ مسلم بن عقیل ہیں۔''

بیٹا رات کو سو گیا اور صبح اٹھ کر ابن زیاد کے کارندے عبدالرحمٰن بن اشعث کو مسلم کے خفیہ ٹھکانے کی خبر دی۔ عبدالرحمٰن نے اپنے باپ کو اس کی اس وقت اطلاع دی جب وہ ابن زیاد کے پاس حاضر تھا۔ خبر کے پھیلتے ہی ابن زیاد نے حکم دیا کہ جا کر مسلم بن عقیل کو حاضر کیا جائے۔

محمد بن اشعث اور عبدالرحمٰن کا باپ، ستر افراد کے ہمراہ مسلم کو گرفتار کرنے کی غرض سے طوعہ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ نماز صبح کے بعد مسلم نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی تو اپنی دعا کو ختم کیا اور زرہ پہن کر طوعہ سے کہا: ''جس قدر نیکی اور احسان کی تم میں استطاعت تھی اسے بجالا کر تم رسول خداؐ کی شفاعت سے بہرہ مند ہو چکی ہو۔ آج رات میں نے اپنے چچا امیر المومنینؑ کو خواب میں دیکھا، آپؑ نے مجھ سے کہا: ''کل تم ہمارے پاس آجاؤ گے۔''

مسلم شمشیر برہنہ باہر نکلے اور جنگ شروع کی اور کچھ دیر میں چالیس افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس صورتحال میں محمد بن اشعث نے مزید کمک کی درخواست کی تو ابن زیاد نے کہا: ''ہم نے تمہیں ایک شخص کی گرفتاری کے لئے بھیجا تھا اگر کئی اشخاص کے ساتھ تمہارا مقابلہ ہوتا تو نہ جانے کیا صورتحال ہوتی؟''

محمد بن اشعث نے جواب دیا: ''اے امیر! تمہارا خیال ہے کہ تم نے مجھے کوفے کے کسی سبزی فروش کے پاس بھیجا ہے؟ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ یہ شخص بپھرا ہوا شیر اور تیز دھار تلوار حمائل کیے قوی ہیکل بہادر ہے؟''

عبیداللہ بن زیاد نے کہا: ''اسے امان دے، اسے گرفتار کرنے کا اس کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔''

محمد بن اشعث نے مسلم کو امان دی تو انہوں نے کہا: ''خائن افراد کی امان پر بھلا کس طرح اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ اور یہ رجز پڑھے:

أُقْسِمُ لاَ أُقْتَلُ اِلاَّ حُرًّا وَاِنْ رَأَيْتُ الْمَوْتَ شَيْئاً مُرًّا

كُلُّ امْرِئٍ يَوْماً مُلاَقٍ شَرًّا اَخَافُ اَنْ اُكْذَبَ اَوْ اُغَرًّا

ترجمہ: میں قسم کھاتا ہوں کہ آزادی اور سربلندی کے بغیر نہیں مروں گا، اگرچہ موت میرے لئے تلخ اور ناخوشگوار ہی کیوں نہ ہو۔

اس موقع پر ظالم دشمنوں نے مکانات کی چھتوں سے مسلم پر آگ اور پتھروں کی بارش شروع کردی، اس صورتحال میں مسلم نے تھکن اور زخموں سے چور ہو کر ایک دیوار کا سہارا لیا اور کہنے لگے: ''تمہیں کیا ہوگیا ہے جو کفار کی مانند مجھ پر پتھر برساتے ہو جبکہ میں نیک افراد کے پیغمبروں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں؟ تم لوگ رسول خداؐ کے حق کا، ان کے خاندان کے معاملے میں کیوں خیال نہیں کرتے؟''

محمد بن اشعث نے کہا: ''خود کو قتل ہونے کے لئے پیش نہ کرو، تم میری پناہ میں ہو۔''

مسلم بن عقیل نے کہا: ''کیا میں طاقت کے باوجود تمہارے ہاتھوں اسیر ہو جاؤں۔ خدا کی قسم! ایسا نہیں ہوسکتا۔''

یہ کہہ کر مسلم نے اس پر حملہ کیا لیکن محمد بن اشعث نے خود کو بچالیا۔

مسلم نے کہا: ''بارالہا! میں پیاس کی شدت سے جاں بہ لب ہوں۔''

اس عالم میں چاروں طرف سے حملے ہونے لگے، بکر بن حمران نے مسلم کے اوپر والے ہونٹ پر ایک ضرب لگائی تو مسلم نے بھی ایک ضربت سے اسے زخمی کردیا۔ ناگاہ پشت سے ایک نیزہ مسلم کی طرف آیا اور وہ گر پڑے۔ انہیں قید کرلیا گیا اور ابن زیاد کے محل کی جانب لے جانے لگے تو مسلم نے فرمایا: ''پس تمہاری امان کیا ہوئی، اَنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔''

مسلم رو رہے تھے کہ عبیداللہ بن عباس سلمی نے کہا: ''آپ جس مقصد کے حصول میں کوشاں تھے، اگر کوئی اس کی جستجو میں ہو اور اس پر مشکلات آئیں تو اسے رونا نہیں چاہئے۔''

مسلم نے جواب دیا: ''خدا کی قسم! میں اپنے لئے نہیں روتا ہوں بلکہ میرا رونا حسینؑ اور ان کے خاندان کے لئے ہے جو اس مقام کی طرف آرہے ہیں۔''

بعدازاں مسلم نے محمد بن اشعث سے کہا: ''میرے خیال میں تم اپنی امان پر عمل نہ کرسکو گے، اگر کوئی نیک عمل انجام دے سکتے ہو تو کسی کو حسینؑ کی جانب روانہ کرو تاکہ وہ میری جانب سے ان کو میری تمہارے ہاتھوں اسیری کی خبر دے سکے اور کہے کہ یہاں کسی قسم کی توقع نہیں کی جاسکتی اور مسلم نے پیغام دیا ہے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کوفہ والوں سے دھوکہ نہ کھائیے اور واپس پلٹ جائیے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن سے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ کے باباؑ نے موت کی آرزو کی تھی۔''

وہ کہنے لگا: ''خدا کی قسم! میں یہ کام انجام دوں گا اور ابن زیاد سے کہوں گا کہ میں نے تمہیں امان دی ہے۔''

محمد بن اشعث، مسلم بن عقیل کو محل میں لے آیا اور اجازت لینے کے بعد ابن زیاد کے پاس حاضر ہوا اور اسے مسلم کو دی گئی امان کی یاد دہانی کرائی۔

ابن زیاد کہنے لگا: ''تجھے امان سے کیا سروکار، کیا ہم نے تجھے امان دینے کے لئے روانہ کیا تھا؟ ہم نے تجھے اسے یہاں لانے کے لئے بھیجا تھا۔''

مسلم پر پیاس کا غلبہ تھا، انہوں نے پانی مانگا، لیکن مسلم بن عمرو باہلی نے کہا: ''تمہیں جو شفاف پانی نظر آرہا ہے خدا کی قسم! تمہیں اس کا ایک قطرہ نہ ملے گا یہاں تک کہ تمہیں دوزخ کا پانی چکھنے کو ملے۔''

مسلم بن عقیل نے کہا: ''تم کون ہو؟''

وہ کہنے لگا: ''میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچان لیا ہے جبکہ آپ اس کے منکر ہیں، میں اپنے امامؑ کا خیر خواہ ہوں جبکہ آپ نے اسے دھوکہ دیا ہے، میں اس کا مطیع ہوں لیکن آپ نے نافرمانی کی ہے، میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں۔''

مسلم بن عقیل نے کہا: ''تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے، تو کس قدر سنگدل اور بدمزاج ہے۔ تو جہنم میں آب حمیم اور ہمیشہ وہاں زندگی گزارنے کا مجھ سے زیادہ حقدار ہے۔''

آخرکار عمرو بن حریث نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ مسلم کو پانی دے، مسلم نے پیالہ منہ سے لگایا تو وہ خون سے بھر گیا اور تین بار اس کا پانی تبدیل

کیا گیا۔ تیسری بار مسلم کا اگلا دانت پیالے میں گر پڑا تو انہوں نے کہا: ''اگر یہ پانی میرے حصے اور قسمت میں ہوتا تو مجھے اسے پینے کا موقع مل جاتا۔''

جب مسلم کو یقین ہوگیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے گا تو ابن زیاد سے درخواست کی کہ انہیں اپنے کسی رشتہ دار کو وصیت بیان کرنے کی اجازت دی جائے۔ ابن زیاد نے اجازت دی اور مسلم نے عمر بن سعد کی جانب رخ کر کے کہا: ''ہمارے درمیان قرابتداری ہے لہذا میں اپنی حاجت کو پوشیدہ طور پر بیان کرنا چاہتا ہوں۔''

عمر سعد نے قبول کرنے سے انکار کیا تو ابن زیاد نے کہا: ''اپنے چچازاد کی حاجت براری کرنے سے روگردانی اختیار نہ کرو۔''

اس موقع پر وہ اٹھا اور مسلم کے ہمراہ ایک ایسے مقام پر بیٹھ گیا جہاں سے ابن زیاد انہیں دیکھ رہا تھا۔ مسلم نے کہا: کوفہ میں سکونت کے دوران میں نے سات سو درہم قرض لیا ہے۔ تم مدینے میں موجود میری ملکیت سے لے کر اس قرض کو ادا کر دینا اور ابن زیاد سے میری لاش طلب کر کے اسے دفن کر دینا اور کسی کو حسینؑ کی جانب روانہ کرنا تاکہ وہ انہیں اس واقعے کی خبر دے اور ان سے واپس پلٹنے کی درخواست کرے۔''

اس ساری گفتگو کو عمر بن سعد نے ابن زیاد کے سامنے بیان کر دیا تو ابن زیاد کہنے لگا: ''امانت دار شخص کبھی بھی خیانت نہیں کرتا لیکن بعض اوقات خائن اور دھوکے باز کو امانت دار تصور کیا جاتا ہے۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ وہ اپنا مال کہاں استعمال کرنا چاہتا ہے اور مرنے کے بعد اس کی نعش کے

بارے میں جو فیصلہ کیا جاتا ہے اس کی ہمارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے، جہاں تک حسینؑ کا تعلق ہے، اگر وہ ہم سے سروکار نہ رکھے تو ہم بھی اس سے سروکار نہ رکھیں گے۔"

اس کے بعد مسلم بن عقیل کی جانب رخ کر کے بولا: "تم نے لوگوں کے درمیان اتحاد اور یک دلی کو تفرقہ و اختلاف میں بدل ڈالا۔"

مسلم بن عقیل نے کہا: "ایسا ہرگز نہیں ہے، اس شہر کے رہنے والے کہتے ہیں کہ تیرا باپ نیک لوگوں کا خون بہاتا تھا اور کسریٰ و قیصر کی طرح ان سے برتاؤ کرتا تھا اور ہم یہاں لوگوں کو عدل و انصاف اور خدا کے حکم کی دعوت دینے آئے ہیں۔"

ابن زیاد کہنے لگا: "اے فاسق! تمہارا ان امور سے کیا واسطہ، جب تم مدینے میں شراب خوری میں مصروف ہوتے تھے، اس وقت کیا لوگوں کے درمیان قرآن و سنت پر عمل نہیں ہوتا تھا؟"

مسلم بن عقیل نے کہا: "کیا میں شراب پیتا تھا؟ خدا کی قسم! خدا خوب جانتا ہے کہ تو دانستہ طور پر جھوٹ بول رہا ہے، شراب پینے کے لائق وہی ہوسکتا ہے جو مسلمانوں کے خون سے سیراب ہوتا ہے اور جن کے قتل کو خدا نے حرام قرار دیا ہے ان کو قتل کرتا ہے اور پھر ان کارناموں پر اس طرح خوشی کا اظہار کرتا ہے کہ گویا کچھ نہیں کیا ہو۔"

ابن زیاد نے کہا: "خدا کی قسم! تجھے اس طرح قتل کروں گا کہ آج تک کسی کو اس طرح قتل نہ کیا گیا ہوگا۔"

مسلم بن عقیل نے کہا: ''تجھے اسلام میں ایسی بدعتیں ایجاد کرنا ہی زیب دیتا ہے جو تجھ سے پہلے موجود نہ ہوں، ناپاکی اور پست عادتیں اختیار کرنا، ہولناک انداز میں خونریزی کرنا اور مثلہ کرنا، ایسے ہی امور ہیں جنہیں تو نے اپنی ذات سے مخصوص کیا ہے۔''

اس وقت ابن زیاد نے مسلم، امام حسینؑ، حضرت علیؑ اور جناب عقیل کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور مسلم کو محل کے کوٹھے پر لے جانے کا حکم دیا اور بکر بن حمران احمری سے کہا کہ وہ مسلم کی جانب سے ضربت کھانے کے بدلے میں مسلم کو قتل کرے۔''

مسلم بن عقیل محل کے کوٹھے پر جاتے وقت خدائے متعال کی بارگاہ میں تکبیر و استغفار اور رسول خداؐ پر درود و سلام پڑھتے جاتے اور کہتے تھے: ''بارالہا! ہمارے اور اس گروہ کے درمیان فیصلہ فرما جنہوں نے ہمیں فریب دیا اور ہمارے ساتھ جھوٹ سے کام لیا۔''

محل کے کوٹھے جوتا بازار کی سمت، مسلم کے سر کو قلم کردیا گیا اور سر مبارک کے زمین پر گرنے کے بعد ان کے بدن مطہر کو بھی زمین پر پھینک دیا گیا اور پھر سولی پر چڑھا دیا گیا۔ بنی ہاشم کے خاندان سے تعلق رکھنے والا یہ پہلا مقدس پیکر تھا جسے سولی پر چڑھا دیا گیا جبکہ اسی خاندان کا یہ پہلا سر تھا جسے دمشق روانہ کیا گیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے مسلم بن عقیلؑ کے بارے میں حضرت علیؑ سے فرمایا تھا: ''عقیل کا بیٹا، تیرے بیٹے حسینؑ کی محبت میں شہید کیا جائے گا اور مؤمنوں

کی آنکھیں اس کے لئے اشک بار ہوں گی اور خدا کے مقرب فرشتے اس پر درود وسلام بھیجیں گے۔"[1]

مسلم کی شہادت کے بعد محمد بن اشعث، ابن زیاد کے پاس آیا تاکہ ہانی کے بارے میں فیصلہ کیا جاسکے اور بالآخر حکم کے مطابق ان کا سر بھی بازار میں قلم کردیا گیا۔ ابن زیاد نے ان کا سر بھی معمول کے مطابق یزید کو روانہ کیا۔ یزید نے خط لکھ کر ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا اور کہا: "مجھے خبر دی گئی ہے کہ حسینؑ عراق کی جانب آرہے ہیں، اس صورتحال کے پیش نظر محافظوں کو مقرر کرو تاکہ وہ حالات پر مکمل طور سے نظر رکھیں، تم جسے مشکوک پاؤ اسے گرفتار کرلو اور جو بھی مورد الزام قرار پائے اسے قتل کردو اور ہر نئی خبر سے مجھے مطلع رکھو۔"[2]

۱۔ بحار الانوار، جلد۴۴، ص۲۸۸

۲۔ ارشاد مفید، جلد۲، ص۳۹ تا ۴۴۔ مقتل المقرّم، ص۱۶۵ تا ۱۹۲۔ مروج الذہب، ج۴، ص۷۰ تا ۷۲۔ اللھوف، ص۳۷ تا ۶۰

قَالَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامْ:

مَنْ كَانَ بَاذِلاً فِيْنَا مُهْجَتَهُ وَمُوَطِّناً عَلٰى لِقَاءِ اللّٰهِ فَلْيَرْحَلْ مَعَنَا. [1]

جس نے اپنی جان کو ہماری راہ میں قربانی کے لئے پیش کردیا ہے اور خدا سے ملاقات کے لئے تیار ہے اسے چاہئے کہ ہمارے ساتھ سفر اختیار کرے۔

سفر عشق

امام حسینؑ نے آٹھویں ذی الحجہ، ترویہ کے دن، ایک جانب اپنی جان اور کعبہ [2] کی حرمت کی حفاظت جبکہ دوسری جانب ذمہ داری ادا کرنے کے لئے اپنے حج کو عمرہ میں تبدیل کر کے کوفے کی جانب سفر اختیار کیا۔ آپ نے حمد وثنائے الٰہی اور رسول اکرمؐ پر درود وسلام کے بعد اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا: ”موت کو انسانوں کے لئے لڑکیوں کی گردن میں ہار کی مانند مقرر کردیا گیا ہے، جس قدر یعقوبؑ، یوسفؑ کے دیدار کے مشتاق تھے میں بھی اپنے

۱۔ اللھوف، ص۶۱

۲۔ یزید کے میں امام حسینؑ کو قتل کرنے کے درپے تھا لہٰذا آپؑ نے ابن زبیر سے فرمایا: ”لان اقتل بمكان كذا وكذا احب الى من ان يستحل بى مكة.“ اگر مجھے فلاں مقام پر قتل کردیا جائے، یہ میرے نزدیک کے کی حرمت پامال ہونے سے بہتر ہوگا۔ (بحارالانوار، ج۴۴، ص۱۸۵)

اجداد کی ملاقات کا مشتاق ہوں، میرے لئے جائے شہادت کو مقرر کردیا گیا ہے۔ گویا نواویس اور کربلا کے دشت کے بھیڑیوں کو دیکھ رہا ہوں جو میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے ظروف اور خالی معدوں کو بھر رہے ہیں۔

خدا کی تقدیر سے فرار نہیں کیا جاسکتا، ہم خاندان رسولؐ کی رضامندی میں ہی خدا کی خوشنودی ہے، ہم اس کی جانب سے نازل شدہ بلاؤں پر صبر اختیار کئے ہوئے ہیں کہ وہی ہمیں صبر اختیار کرنے والوں کی جزا عطا کرے گا۔ رسول خداؐ کی ذریت ان سے جدا نہیں ہوگی، آنحضرتؐ کی آنکھیں، بارگاہ الٰہی میں ان کے دیدار سے منور ہوں گی اور ان سے کئے گئے وعدے کو وہ پورا فرمائیں گے۔

جس نے اپنی جان کو ہماری راہ میں قربانی کے لئے پیش کردیا ہے اور خدا سے ملاقات کے لئے تیار ہے، اسے چاہئے کہ ہمارے ساتھ سفر اختیار کرے، میں امید خدا کے ساتھ صبح سفر پر روانہ ہوں گا۔'' [۱]

سفر شروع ہونے کے بعد صف بستہ اور مسلح فرشتے اور جنوں سے تعلق رکھنے والے مؤمنین امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ظالم دشمن کے خاتمے کی اجازت چاہی تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ ''کیا تم نے خدا کی کتاب میں نہیں پڑھا ہے کہ وہ فرماتا ہے:

''اگر تم اپنے گھروں میں موجود رہو تو جن کے مقدر میں قتل ہونا لکھا جاچکا ہے وہ اپنے بستر میں ہی قتل ہوجائیں گے۔'' [۲]

۱۔ مقتل المقرّم، ص۱۹۳ ۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۵۴

اس کے علاوہ اگر میں اپنے شہر اور وطن ہی میں رہ جاؤں تو ان پست لوگوں کی آزمائش کیونکر ہو سکے گی اور کون میری اس قبر میں آرام کرے گا جسے خدا نے زمین کی پیدائش کے موقع پر ہی میرے لئے مقرر فرما دیا تھا۔ خدا نے اس مقام کو ہمارے شیعوں اور دوستوں کے لئے پناہگاہ قرار دیا ہے تاکہ ان کے اعمال اور نمازوں کو وہاں قبول کیا جائے اور ان کی دعاؤں کو مستجاب کیا جائے اور وہاں سکونت اختیار کریں جس کے باعث انہیں دنیا و آخرت میں امان حاصل ہو۔ مجھے جمعہ کے دن (بعض روایات میں ہفتے کا ذکر ہوا ہے) روز عاشور کی آخری گھڑیوں میں قتل کردیا جائے گا اور میرے بعد میرے خاندان کے کسی فرد کا خون بہانے کے درپے نہ ہوں گے اور میرا سر یزید بن معاویہ لعنۃ اللہ علیہ کے پاس لے جایا جائے گا۔"

اس موقع پر جنوں نے کہا: "اے حبیب خدا اور حبیب خدا کے فرزند! خدا کی قسم، اگر آپ کے حکم کی خلاف ورزی ہمارے لئے جائز ہوتی تو ہم آپ تک رسائی سے قبل ہی آپ کے سارے دشمنوں کو قتل کر دیتے۔"

امام حسینؑ نے فرمایا: "خدا کی قسم! ہم تم سے زیادہ ان سے مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں لیکن ارادۂ خداوندی ہے کہ ہلاک یافتگان کی تباہی و بربادی اور ہمیشگی حاصل کرنے والوں کی حیات کا انتظام، خدا کی حجت اور دلیل کے خاتمے کے ذریعے ہی انجام پاتا ہے۔"[1]

۱۔ اللہوف، ص ٦٦ تا ٦٩

بعدازاں حضرت سید الشہداءؑ مدینے کے راستے کوفہ روانہ ہوئے اور مدینے میں رسول خداؐ کے روضۂ مبارک پر تشریف لائے، گریہ و زاری کرنے کے بعد جگر گوشۂ رسول خداؐ کی آنکھ لگ گئی، خواب میں پیغمبر اکرمؐ کو دیکھا، آپ فرما رہے تھے: ''میرے لال جلدی کرو! عجلت سے کام لو چونکہ تمہارے ماں، باپ، بھائی اور تمہاری جدہ خدیجہ کبریٰ یہاں تمہارے دیدار کے مشتاق ہیں، ہماری جانب، آنے میں جلدی کرو۔''

امام حسینؑ رسول خداؐ کے دیدار کے شوق اور اندوہ و پریشانی کے علم میں خواب سے بیدار ہوئے اور اپنے بھائی محمد حنفیہ کے پاس آئے جو بستر علالت پر تھے۔ محمد حنفیہ نے امام حسینؑ سے کہا: ''تمہیں تمہارے جد محمدؐ کے حق کا واسطہ، اپنے جد کے حرم سے باہر نہ نکلو کیونکہ یہاں تمہارا ساتھ دینے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔''

امامؑ نے فرمایا: ''عراق جائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔''

محمد حنفیہ نے کہا: ''خدا کی قسم! تمہاری جدائی مجھے اندوہناک کردیتی ہے۔ اگر میں اس شدید بیماری میں مبتلا نہ ہوتا تو تمہارے ہمراہ سفر کرتا۔ خدا کی قسم! مجھ میں تلوار اور نیزہ چلانے کی طاقت نہیں ہے، تمہارے بعد میری زندگی میں کوئی خوشی نہیں۔''

محمد حنفیہ نے شدید گریہ کیا اور بے ہوش ہوگئے، بے ہوشی سے افاقہ ہوا تو کہا: ''بھائی جان! اے شہید مظلوم! تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں۔''

امام حسینؑ نے اپنے بھائی کو وداع کیا اور مدینے سے کوفہ روانہ ہوئے۔ [1] سازو سامان کے روانہ کرنے کے بعد صفاح کے مقام پر پہنچے تو ایک قافلے سے سامنا ہوا جو والی یمن کیلئے تحائف لے کر تنعیم سے آ رہا تھا۔ اس مقام پر امامؑ کی ملاقات فرزدق سے ہوئی، آپؑ نے کوفے والوں سے متعلق دریافت کیا فرزدق نے کہا: ''کوفے والوں کے دل آپ کے ہمراہ ہیں جبکہ ان کی تلواریں بنی امیہ کے ہمراہ ہیں۔''

بعدازاں آپ نے حاجر کے مقام پر پہنچ کر جناب مسلم بن عقیل کے خط کا جواب لکھا اور قیس بن مسہّر کے ہمراہ کوفہ روانہ کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسینؑ ابن علیؑ کی جانب سے مومن بھائیوں اور مسلمانوں کے نام، آپ لوگوں پر سلام!

لائق تعریف ہے وہ پروردگار جس کے سوا سچا معبود نہیں ہے۔ امابعد!

مجھے مسلم بن عقیل کا خط ملا جس سے ہمارے حق کے حصول اور مدد کیلئے آپ لوگوں کے عزم اور یکجہتی کی عکاسی ہوتی ہے، میں خداوند عالم سے، ہم سب کیلئے اس کے احسانات اور آپ لوگوں کے بلند حوصلوں پر بہترین اجر کا طالب ہوں۔ میں آٹھ ذی الحجہ، بروز منگل مکے سے کوفہ کی جانب روانہ ہوا ہوں اور جیسے ہی میرا سفیر آپ کے پاس پہنچے اپنے کاموں میں جلدی کرنا، میں

۱۔ بعض مؤرخین کا عقیدہ ہے کہ امامؑ مکہ سے کوفہ تشریف لے گئے اور مدینے واپس نہیں آئے اور آپ نے سب سے پہلے تنعیم کے مقام پر قیام فرمایا۔

امید خدا سے چند ہی دنوں میں آپ کے پاس آرہا ہوں۔ والسلام

آپؑ نے اپنا سفر جاری رکھا اور مقام زرود تک پہنچے۔ وہاں آپؑ کی نگاہ زہیر بن قین کے خیمے پر پڑی تو ایک شخص کو اس کے پاس بھیجا تاکہ وہ اسے امامؑ کے پاس آنے کی دعوت دے لیکن زہیر نے آپ کی دعوت قبول نہ کی۔ اس کی زوجہ نے کہا: ''سبحان اللہ! رسول خداؐ کے فرزند تمہیں بلا رہے ہیں اور تم جواب نہیں میں دیتے ہو؟''

اس بنا پر زہیر اٹھے اور امام حسینؑ کی خدمت میں شرفیابی حاصل کی۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ زہیر شاداں و خنداں واپس آئے اور حکم دیا کہ ان کے خیمے کو امام حسینؑ کے خیموں کے قریب لگایا جائے اور اپنے ساتھیوں سے کہا: ''جو شخص فرزند رسول خداؐ کی مدد و نصرت کا طالب ہے وہ ہمارے ساتھ رہ جائے۔''

یہی وہ مقام (زدود [۱]) تھا جہاں مسلم اور ہانی کی شہادت کی خبر ملی۔ امامؑ نے ان کے لئے طلب رحمت فرمائی اور گریہ کیا اور تمام افراد قافلہ بالخصوص عورتوں نے گریہ و زاری کی۔

سفر جاری رکھتے ہوئے یہ قافلہ زبالہ کے مقام پر پہنچا تو اس جگہ امامؑ کو قیس بن مسہر کی شہادت کی خبر ملی۔ امام حسینؑ مختلف مواقع پر اپنے ساتھیوں کو اس بات سے آگاہ کرتے رہتے تھے کہ یہ شہادت کا سفر ہے تاکہ جو افراد دنیا (کمانے) اور مقام و منصب کی خاطر آپؑ کے ساتھ شریک سفر ہوئے ہیں، اپنا راستہ علیحدہ کریں۔ آخرکار یہ لوگ شراف کے مقام پر پہنچے تو امامؑ نے

۱۔ کتاب لہوف میں لکھا ہے کہ جب امامؑ زبالہ کے مقام پر پہنچے تو مسلم و ہانی کی شہادت کی خبر ملی۔

نوجوانوں کو اس بات کی تاکید کی کہ وہ لوگ زیادہ مقدار میں پانی جمع کرلیں۔
ابھی اس مقام سے زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ ناگاہ ایک صحابی نے باآواز بلند تکبیر کی صدا لگائی اور کہا: ''دور سے درختوں کے جھنڈ نظر آرہے ہیں۔''

شریک سفر افراد نے کہا: ''اس وادی میں کوئی درخت نہیں ہے، یہ تو نیزوں کی نوکیں اور گھوڑوں کے سر ہیں جو ہماری سمت چلے آرہے ہیں۔''

چند لمحے بعد حر بن یزید ریاحی ایک ہزار سپاہیوں کے ہمراہ آپہنچا، پیاس کے اثرات سپاہیوں کے چہروں سے نمایاں تھے۔ امامؑ نے حکم دیا کہ حر اور ان کے ساتھیوں، یہاں تک کہ ان کے گھوڑوں کو پانی سے سیراب کیا جائے۔ امام حسینؑ ان کے ساتھ انتہائی محبت سے پیش آئے اور بعدازاں خدائے عزوجل کی حمد وثناء کے بعد خطبے میں ارشاد فرمایا:

''میں نے خود کو آپ لوگوں کی دعوت کا جواب دینے کے لئے خدا کی بارگاہ اور آپ لوگوں کے سامنے پابند سمجھا۔ آپ لوگوں نے میرے پاس اپنے خطوط اور نمائندے بھیج کر مجھے اپنے پاس آنے کی دعوت دی اور کہا کہ ہمارے درمیان کوئی امامؑ نہیں ہے اور یہ کہ شاید آپ کے وسیلے سے خدا ہمیں ہدایت نصیب کرے۔ اب اگر آپ لوگ اپنے عہد و پیمان پر باقی ہیں تو تجدید بیعت کے ذریعے مجھے مطمئن کردیں، دوسری صورت میں، میں جہاں سے آیا ہوں وہاں لوٹ جاؤں گا۔''

کسی نے لب نہ کھولے یہاں تک کہ نماز کا وقت آگیا۔ اذان دینے کے بعد حر اور اس کے ساتھیوں نے امام حسینؑ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ امامؑ

نے نماز کے بعد ان کی جانب رخ کیا اور حمد و ثنائے الٰہی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بجالائے اور فرمایا:

''اے لوگو! اس بات کا یقین کرلو کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے اور صاحبان حق کا حق پہچان لوگے تو یہ کام خداوند عالم کے نزدیک زیادہ پسندیدہ قرار پائے گا۔ ہم پیغمبر اکرمؐ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ان جھوٹے دعویداروں سے زیادہ مسلمانوں پر ولایت کے لائق ہیں جو ظلم وستم سے پیش آتے ہیں۔ اگر تم ہمیں اپنے درمیان نہیں چاہتے اور ہمارا حق نہیں پہچانتے اور تمہارے ارادے اس چیز کے برعکس ہیں جو تم نے اپنے خطوط میں بیان کئے تھے تو میں واپس لوٹ جاؤں گا۔''

حر نے کہا: ''آپ نے جن خطوط کا ذکر کیا ہے مجھے ان کی کوئی خبر نہیں۔''

امام حسینؑ نے عقبۃ بن سمعان کو وہ خطوط دکھانے کا حکم دیا جو دو تھیلوں میں بھرے ہوئے تھے۔ حر نے خطوط دیکھنے کے بعد کہا: ''جنہوں نے آپ کو یہ خطوط لکھے ہیں میں ان میں سے نہیں ہوں، مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے دور نہ رہوں یہاں تک کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں۔''

امام حسینؑ نے فرمایا: ''اے حر! اس سے قبل تمہیں موت آجائے گی۔''

امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو سوار ہو کر چلنے کا حکم دیا لیکن حر نے ان کا راستہ روکا تو امامؑ نے فرمایا: ''تمہاری ماں تمہارے غم میں بیٹھے، ہم سے کیا چاہتے ہو؟''

حر نے کہا: ''اگر آپ کی بجائے کوئی اور میری ماں کا نام لیتا تو میں

ضرور اس کا جواب دیتا لیکن میں آپ کی ماں کو اچھائی کے سوا یاد نہیں کر سکتا۔"

آخرکار حر اس بات پر متفق ہوگیا کہ امامؑ کوفہ اور مدینہ کے علاوہ کسی اور راہ کا انتخاب کریں، اس بنا پر آپ نے کربلا کا سفر اختیار کیا اور بیضہ کے مقام پر اپنے اصحاب اور حر کے لئے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ایسے ظالم حکمراں کو دیکھے جو حرام خدا کو حلال سمجھتا ہے، خدائی پیمان کو توڑتا ہے، رسول خداؐ کی سنت کے برخلاف عمل کرتا ہے، بندگان خدا کے درمیان گناہ اور ظلم سے کام لیتا ہے اور (وہ شخص) اپنے گفتار و کردار سے اس کی مخالفت نہ کرے تو یقیناً خدا اسے اس ظالم حکمران کا ہم مقام بنادے گا۔ جان لو اور آگاہ رہو کہ یہ لوگ صرف شیطان کے پیروکار اور خدائے رحمان کے نافرمان گنہگار ہیں۔ یہ لوگ علی الاعلان فساد اور تباہی کا ارتکاب کرتے ہیں اور خدائی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ انہوں نے بیت المال پر قابض ہو کر حرام خدا کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیا ہے۔ میں ان سے مقابلہ کرنے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔

تمہارے خطوط اور نمائندے مجھ تک پہنچے جو اس بات کے گواہ تھے کہ تم میری بیعت کر چکے ہو، اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہوگے تو ترقی و کمال تک رسائی حاصل کرلوگے۔ میں حسینؑ بن علیؑ، رسول خدا کی بیٹی کا فرزند اور میرا خاندان تمہارے اور تمہارے خاندانوں کے ہمراہ ہے جبکہ میں تمہارے لئے اسوہ اور نمونۂ عمل ہوں۔

اگر اس موقع پر تم بیعت شکنی کا مظاہرہ کروگے تو میری جان کی قسم

کوئی نئی بات نہ ہوگی اس لئے کہ اس سے قبل بھی تم میرے باپ، بھائی اور چچازاد مسلم بن عقیل کے ساتھ یہی سلوک کر چکے ہو، (درحقیقت) فریب خوردہ وہ ہے جو تم سے فریب کھائے، تم اپنے ایمان، سعادت اور نیک بختی کو کھو چکے ہو۔ پیمان توڑنے والوں کا انجام نقصان ہی ہوتا ہے۔ خدا تم سے بے نیاز ہے۔''

دوران سفر، رہیمہ کے مقام پر امام حسینؑ کی ملاقات ایک کوفی سے ہوئی، اس نے امام سے مدینے سے نکلنے کی وجہ دریافت کی تو آپؑ نے فرمایا:

''بنی امیہ نے مجھے برا بھلا کہا، میں نے صبر اختیار کیا، میرا مال چھین لیا میں نے صبر اختیار کیا، اب جبکہ وہ میرا خون بہانا چاہتے ہیں تو میں وہاں سے نکل آیا۔ خدا کی قسم! مجھے قتل کر دیا جائے گا اور اسی کے سبب خدا ان پر ذلت اور قتل عام کو مسلط کر دے گا اور ایسے افراد ان پر قبضہ حاصل کریں گے کہ جو انہیں ذلیل و خوار کر کے رکھ دیں گے۔''

بعدازاں عذیب کے مقام پر کوفہ کی جانب سے چار سوار امامؑ کی خدمت میں آنا چاہتے تھے کہ حر نے آپؑ سے کہا: ''یہ چار افراد کوفہ کے رہنے والے ہیں اور آپ کے ہمراہ نہیں تھے، لہذا میں انہیں گرفتار کر کے کوفے لوٹا دوں گا۔''

امام حسینؑ نے فرمایا: ''میں اپنی مانند ان کی حمایت کرتا ہوں، یہ میرے ساتھی ہیں، تم نے مجھ سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ ابن زیاد کا خط پہنچنے سے پہلے میرے کاموں میں مداخلت نہیں کرو گے۔''

حر نے کہا: ''جی ہاں! لیکن یہ آپ کے ہمراہ نہیں تھے۔''

امامؑ نے فرمایا: ''یہ میرے ساتھیوں میں سے ہیں اور ان لوگوں کے مانند ہیں جو میرے ساتھ آئے ہیں اگر تم نے وعدہ خلافی کی تو میں تمہارے ساتھ جنگ کروں گا۔''

حر ان سے دستبردار ہو گئے اور پھر امامؑ نے ان چار افراد سے کوفے والوں کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے کہا: ''کوفے کے امراء اور دولت مند افراد کو دولت کے ذریعے خریدا جا چکا ہے جبکہ دیگر افراد کے دل تو آپ کے ہمراہ لیکن تلواریں آپ کے خلاف اٹھی ہوئی ہیں۔''

جس وقت امامؑ نے اپنے قاصد قیس بن مسہّر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: ''حصین بن تمیم نے اسے گرفتار کر کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا اور ابن زیاد نے اسے حکم دیا کہ آپ اور آپ کے پدر بزرگوار کو برا بھلا کہے لیکن قیس بن مسہّر نے آپ اور آپ کے پدر بزرگوار پر درود و سلام بھیجا اور ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور لوگوں کو آپ کی مدد کی دعوت دی۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے محل کی چھت سے نیچے گرا دیا جائے۔''

اس موقع پر امامؑ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا: ''بعض نے شہادت حاصل کر لی اور بعض افراد انتظار کر رہے ہیں جن (کے عقیدہ اور راہ) میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ۱۔ بارالٰہا! ہمارا اور ان کا مقام، بہشت کو قرار دے اور جہاں تو نے اپنی رحمت اور اجر و ثواب کا مقام مقرر کیا ہے وہاں

۱۔ سورۂ احزاب، آیت ۲۳

ہمیں ایک دوسرے کے ہمراہ محشور فرما۔"

اس کے بعد قصر بنی مقاتل کے مقام پر پہنچے تو ایک خیمہ نظر آیا جس میں ایک نیزہ گڑا ہوا، ایک لٹکی ہوئی تلوار اور اصطبل میں ایک گھوڑا موجود تھا، آپؑ نے سوال کیا: "یہ کس کا خیمہ ہے؟"

جواب ملا: "عبیداللہ بن حر جعفی کا ہے۔"

آپؑ نے حجاج بن مسروق کو اس کے پاس بھیجا۔ ابن حر نے اس سے سوال کیا: "تمہارے ہمراہ کون لوگ ہیں؟"

ابن مسروق نے جواب دیا: "اے ابن حر! خدا میرے ساتھ ہے۔ خدا کی قسم! اگر ان کی دعوت قبول کرلو گے تو یہ تم پر خدا کا کرم ہوگا، وہ حسینؑ بن علیؑ ہیں جو تمہیں اپنی مدد کی دعوت دے رہے ہیں، اگر تم ان کے ہم رکاب ہو کر جنگ کرو گے تو خدا کی جانب سے تمہیں اجر و ثواب نصیب ہوگا اور اگر درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے تو تمہیں عظیم کامیابی نصیب ہو جائے گی۔"

وہ کہنے لگا: "خدا کی قسم! میں نے کوفے میں جو حالات مشاہدہ کئے ہیں اسی کے سبب وہاں سے نکلا ہوں، وہاں کے زیادہ تر افراد نے خود کو امامؑ کے ساتھ آمادہ جنگ کیا ہوا ہے، اس صورتحال کو دیکھ کر مجھے یقین ہو چلا ہے کہ امامؑ کو قتل کر دیا جائے گا اور میں ان کی مدد و نصرت کرنے کے قابل نہیں ہوں، یہی سبب ہے کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ وہ مجھے یا میں انہیں دیکھوں۔"

ابن مسروق امام حسینؑ کے پاس آئے اور روداد بیان کی۔ اس موقع پر امام حسینؑ کھڑے ہوئے اور اپنے چند اصحاب کے ہمراہ ابن حر

کے پاس گئے اور داخل ہوتے ہی اسے سلام کیا۔ ابن حر نے سلام کا جواب دیا اور آپ کو صدر محفل میں بٹھایا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: ''اے ابن حر! تمہارے شہر والوں نے مجھے خط لکھ کر کہا کہ وہ میری مدد کرنے کے لئے تیار ہیں اور مجھے اپنے پاس آنے کی دعوت دی۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی باتوں پر قائم نہیں رہے ہیں۔ بے شک تمہارے گناہ زیادہ ہیں، کیا توبہ کے ذریعے انہیں محو اور ختم کرنا چاہتے ہو؟''

ابن حر نے سوال کیا: ''کونسی توبہ کے ذریعے؟''

آپؑ نے فرمایا: ''پیغمبر اکرمؐ کی بیٹی کے فرزند کی مدد کرو اور ان کے ہم رکاب رہ کر جنگ لڑو۔''

ابن حر نے کہا: ''خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ آپ کا پیروکار آخرت میں خوش بختی و سعادت حاصل کرے گا لیکن کوفے میں آپ کا کوئی مددگار نہیں ہے، اگر کوفے میں آپ کا ساتھ دینے والے افراد موجود ہوتے تو میں ان کے درمیان، آپ کے دشمنوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ مستحکم ہوتا، آپ کو خدا کا واسطہ، مجھے اپنی ہمراہی کیلئے طلب نہ کریں، مجھ سے جتنا ہو سکے گا آپ کی مالی مدد کروں گا۔ خدا کی قسم! یہ میرا گھوڑا ہے، اس پر بیٹھ کر میں نے ہمیشہ مقابل کو موت سے ہمکنار کیا ہے اور کوئی سوار مجھ پر غلبہ نہ پا سکا ہے، یہ گھوڑا اب آپ کا ہے، میری تلوار بھی آپ کیلئے حاضر ہے، اس کے ذریعے جہاں وار کیا اس کے دو حصے کر دیئے۔''

امام حسینؑ نے فرمایا: ''اب جبکہ تم نے ہم سے روگردانی اختیار

کرلی ہے، ہمیں تمہارے گھوڑے، تمہاری اور تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے، میں گمراہ لوگوں کو اپنا ساتھی نہیں بناتا ہوں، میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ جتنی جلد ہوسکے ہم سے دور ہوجاؤ تاکہ ہمارے استغاثہ کی آواز تمہارے کانوں تک نہ آئے اور ہمیں قتل ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکو۔ خدا کی قسم! اگر کوئی ہمارے استغاثہ کی آواز سنے اور ہماری مدد نہ کرے، خداوند عالم اسے جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔"

امام حسینؑ لوٹ آئے۔ آپ نے عمرو بن قیس اور اس کے چچازاد بھائی کو دیکھا تو فرمایا: "کیا ہماری مدد کرنے آئے ہو؟"

انہوں نے جواب دیا: "ہم صاحب عیال ہیں اور لوگوں کا مال ہمارے ہاتھوں میں ہے، یہ قرین مصلحت نہیں ہے کہ ہم ان کے مال کو تباہ اور ضائع کردیں۔"

امام حسینؑ نے فرمایا: "پس ہم سے دور ہو جاؤ تاکہ ہمارے استغاثہ کی آواز نہ سن سکو اور ہمارا سراغ نہ پاسکو کیونکہ جو بھی ہمارا استغاثہ سنے اور ہماری موجودگی کا سراغ لگالے، اس کے باوجود ہماری مدد نہ کرے، خدا اسے چہرے کے بل جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔" [1]

آخرکار جوانان جنت کے سردار اپنے اصحاب سمیت عاشقوں کے مزار، کربلا کی جانب روانہ ہوگئے۔

۱۔ مقتل المقرّم، ص۲۰۲ تا ۲۲۶۔ ارشاد مفید، ج۲، ص۶۷ تا ۸۲

يَا اَيَّتُهَا النَّفسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ
رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً.

اے اطمینان پانے والی جان! اپنے پروردگار کی طرف
چل، تو اس سے خوش، وہ تجھ سے راضی۔

(سورۂ والفجر، آیت ۲۹)

عشق کی وادی

عاشقوں کا یہ قافلہ اپنی منزلیں طے کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک مقام پر امام حسینؑ کی سواری رک گئی، آپ نے اس مقام کا نام دریافت فرمایا[۱] تو کہا گیا: ''اس سرزمین کو غاضریّۃ، طفّ، نینوا اور کربلا کہا جاتا ہے۔''

قطرہ ہائے اشک امام حسینؑ کی آنکھوں سے جاری ہوئے اور آپ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! یہ دشت غم و اندوہ کا مقام ہے، یہ ہمارے مردوں کی شہادت گاہ اور ہماری عورتوں اور خاندان کی تنہائی اور غربت کا مقام ہے، یہ دنیا میں ہماری زیارت گاہ جبکہ آخرت میں ہمارے لئے جائے حشر ہے۔ مجھے میرے جد رسول خداؐ نے اس کی خبر دی ہے۔''

امامؑ نے اپنے بھائیوں اور خاندان والوں کو جمع کیا اور معنی خیز نگاہوں اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ فرمایا:

۱۔ حضرت سید الشہداءؑ، دوسری محرم ۶۱ھ، بروز جمعرات کربلا پہنچے۔

''بارالٰہا! یقیناً ہم تیرے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ عترت ہیں جنہیں ان کے شہر و دیار اور ان کے جد کے حرم سے نکالا گیا ہے اور بنی امیہ نے ہمارے حق اور حرمت کو پامال کیا ہے۔ پس اے خدا. ہمارا حق واپس دلوا دے اور ہمیں ظالموں پر کامیابی عطا کر۔''

آپؑ نے اپنے اصحاب کی جانب رخ کیا اور فرمایا: ''لوگ دنیا کی بندگی اختیار کیئے ہوئے ہیں جبکہ دین صرف لقلقۂ زبان ہے اور یہ لوگ دنیا کے حصول کے لئے دین کے خواہاں ہیں، یہی سبب ہے کہ مصیبت اور امتحان کے موقع پرَ دینداروں کی تعداد کم ہوتی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمیں حالات نے کہاں لاکھڑا کیا ہے، دنیا نے اپنا چہرہ برا اور تبدیل کرلیا ہے اور جبکہ اس کی خوبصورتی اور نیکی نے تیزی سے اپنا رخ بدل لیا ہے اور اب اس کی حالت برتن کے پھینکے گئے باقی ماندہ پانی یا بے آب و گیاہ چراگاہ کی سی ہوگئی ہے۔

کیا آپ لوگ نہیں دیکھ رہے کہ حق پر عمل نہیں کیا جاتا اور نہ ہی باطل سے روکا جاتا ہے اور ایماندار خدا کے دیدار کے مشتاق نظر آتے ہیں، یہی سبب ہے کہ میں موت کو سعادت وخوش بختی جبکہ ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنے کو رنج والم سمجھتا ہوں۔''[1]

اس موقع پر زہیر بن قین کھڑے ہوئے اور کہا: ''یابن رسول اللہ! اگر دنیاوی زندگی کو دوام ہوتا تو ہم آپ کے ہمراہ نہضت اور قیام کو دنیاوی زندگی پر ترجیح دیتے۔''

۱۔ مقتل المقرّم، ص۲۳۱۔ بحارالانوار، ج۱۰، ص۱۹۸

بریر ابن خضیر نے کہا: ''یا بن رسول اللہ! خدا نے آپ کے ذریعے ہم پر احسان فرما کر ہمیں آپ کی رکاب میں جنگ کرنے اور اعضائے بدن کے پارہ پارہ ہونے کا موقع فراہم کیا ہے جبکہ آپ ہی کے ذریعے قیامت کے روز ہمیں آپ کے جد کی شفاعت نصیب ہوگی۔''

ہلال بن نافع نے کہا: ''آپ کو علم ہے کہ آپ کے جد رسول اللہؐ تمام افراد تک دین خدا کا پیغام نہیں پہنچا سکے، بعض افراد آپ کے ساتھ منافقت اور فریب کے ساتھ پیش آئے اور انہوں نے آپ کے بابا علیؑ کے دور میں بھی ان کے خلاف قیام کیا اور ناکثین، قاسطین اور مارقین کی ہمراہی میں علیؑ سے جنگ کی، آج آپ کی حالت بھی اپنے جد اور پدر کی طرح ہے جبکہ پیمان شکن افراد نے اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچایا ہے، خدا ان سے بے نیاز ہے، آپ ہمیں مشرق و مغرب یا دنیا کے جس حصے میں لے جانا چاہتے ہیں لے جائیں۔ خدا کی قسم! ہم اپنے پروردگار کے دیدار کے مشتاق ہیں اور ازروئے علم و بصیرت آپ کے دوستوں کے دوست اور آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔''

بعد ازاں امام حسینؑ نے ساٹھ ہزار درہم میں وہاں کی زمینوں [1] کی خریداری کی اور نینوا کے رہنے والوں سے شرط باندھی کہ وہ ان کے زائرین کی رہنمائی کریں گے اور تین روز تک انہیں اپنا مہمان بنائیں گے۔

۱۔ الزیارات، محمد بن احمد بن داؤد قمی، طباعت مصر میں کشکول شیخ بہائی، ج۲، ص۹۱ سے اقتباس مقتل المقرّم، ص۲۳۵ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے جبکہ سعید بن طاؤس کی کتاب مصباح الزائر میں بھی درج ہے کہ خریدی گئی زمین کا رقبہ ۴×۴ میل تھا۔ لغات کے ماہرین ایک میل کو ایک شخص کی معمولی نگاہوں کی انتہا یعنی دو کلومیٹر مانتے ہیں۔ لہذا اس زمین کا رقبہ ۶۴ کلومیٹر مربع ہوگا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے کربلا میں قیام اختیار کرنے کے بعد ابن زیاد لعنۃ اللہ علیہ نے ایک خط میں آپؑ کو لکھا:

''مجھے تمہارے کربلا پہنچنے کی خبر ملی ہے اور امیرالمؤمنین یزید نے مجھے لکھا ہے کہ اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھوں اور سیر ہو کر کھانا نہ کھاؤں جب تک کہ تمہیں خدائے لطیف و خبیر سے ملحق نہ کروں یا پھر تم میرے اور یزید بن معاویہ کے حکم کے آگے سرِتسلیم خم کردو۔ والسلام۔''

جس وقت امام حسینؑ نے خط پڑھا تو اسے زمین پر پھینک کر فرمایا:

''جنہوں نے مخلوق کی خوشنودی کی خاطر، خالق کے غیظ و غضب کو دعوت دی وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔''

ابن زیاد کے قاصد نے خط کا جواب مانگا تو آپؑ نے فرمایا: ''اس کا کوئی جواب نہیں ہے کیونکہ اس پر عذاب الٰہی کی مہر ثبت ہو چکی ہے۔''

جس وقت ابن زیاد نے یہ جواب سنا تو اسے غصہ آیا اور اس نے عمر بن سعد کو حکم دیا کہ چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ کربلا کی طرف روانہ ہو جائے۔ عمر سعد نے اپنے اہل خانہ کی جانب سے امام سے مقابلہ کرنے کی شدید مخالفت کے باوجود جب اپنے آپ کو ''رے'' شہر کی حکومت اور دوسری جانب ابن زیاد کی ناراضگی اور ساتھ ہی ''رے'' شہر کی حکومت سے دستبرداری کے درمیان پایا تو دنیاوی مقام و منصب کو اختیار کیا اور دین کو اپنے پاؤں تلے روند کر کربلا کی جانب روانہ ہو گیا۔

عمر سعد کی روانگی کے فوراً بعد، شمر چار ہزار، یزید بن رکاب دو ہزار،

حصین بن نمیر تمیمی چار ہزار، جبکہ شبث بن ربعی اور حجار بن ابجر ایک ایک ہزار، کعب بن طلحہ تین ہزار، ابن رہینہ مازنی تین ہزار اور نصر بن حرشہ دو ہزار سپاہیوں کے ہمراہ جن کی مجموعی تعداد بیس ہزار تھی، محرم الحرام کی چھٹی تاریخ کو نینوا میں امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔

ساتویں محرم کو محاصرہ سخت کر دیا گیا اور امام حسینؑ کے قریب جانے پر پابندی لگا دی گئی۔ اس صورتحال میں جبکہ خیام حسینی میں پینے کیلئے پانی موجود نہیں تھا، امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ کے ہمراہ بیس افراد کو رات کے وقت پانی لانے کیلئے روانہ کیا جو پانی کی مشکیں خیام تک پہنچانے میں کامیاب رہے۔

امام حسینؑ نے اپنے ایک صحابی کو عمر سعد کے پاس روانہ کیا جنہوں نے اسے رات کے وقت امامؑ سے ملنے کا پیغام دیا۔ اس پر عمر سعد رات کے وقت بیس سواروں کے ہمراہ امامؑ کی جانب آیا تو آپ بھی اسی کی مانند آگے بڑھے۔ ایک دوسرے سے ملاقات کے بعد امامؑ نے حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبرؑ کے علاوہ تمام اصحاب کو دور کھڑے رہنے کی تاکید کی اسی طرح عمر سعد نے اپنے بیٹے حفص اور غلام لاحق کے علاوہ تمام افراد کو دور کھڑے رکھا۔

اس موقع پر امام حسینؑ نے عمر بن سعد سے فرمایا: ''ابن سعد! کیا تم اس خدا سے خوف نہیں رکھتے جس کی جانب تمہیں پلٹ کر جانا ہے اور مجھے پہچاننے کے باوجود مجھ سے جنگ کرنا چاہتے ہو؟ ان کو چھوڑ کر میرے پاس آنا نہیں چاہتے؟ یہ کام تمہیں خدا کے قریب کر دے گا۔''

عمر بن سعد نے کہا: ''مجھے اپنے گھر کی تباہی کا اندیشہ ہے۔''

امامؑ نے فرمایا: ''میں اسے تمہارے لئے دوبارہ تعمیر کردوں گا۔''

اس نے کہا: ''مجھے اپنے اموال کے چھینے جانے کا خوف ہے۔''

امامؑ نے فرمایا: ''میں تمہیں اپنے حجاز میں موجود اموال میں سے اس سے بہتر عطا کروں گا۔''

اس نے کہا: ''میں اپنے اہل و عیال کے بارے میں ابن زیاد سے ڈرتا ہوں۔''

امامؑ نے فرمایا: ''میں ان کی سلامتی کی ضمانت دیتا ہوں۔''

عمر بن سعد نے خاموشی اختیار کی، جب امام حسینؑ اس کی ہدایت سے مایوس ہوگئے تو فرمایا: ''تمہیں کیا ہوگیا ہے، عنقریب خدا تمہیں تمہارے بستر پر نابود کرے گا اور روز محشر تمہیں نہیں بخشے گا۔ خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ تم عراق کی گندم سے تھوڑی مقدار سے زیادہ نہیں کھا سکو گے۔''

عمر سعد نے ازروئے تمسخر کہا: ''میں گندم کی بجائے جو کھالوں گا۔''[1]

بعدازاں شمر بن ذی الجوشن اور عبداللہ بن ابی المحل میدان میں آئے، وہ ابن زیاد کی جانب سے اپنی بہن کی اولادوں، عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان کے لئے امان نامہ لے کر آئے تھے، شمر نے باآواز بلند کہا: ''اے میری بہن کی اولادوں! تمہیں امان حاصل ہے، حسینؑ کا ساتھ دے کر اپنی موت کا سامان فراہم نہ کرو اور امیرالمؤمنین یزید کی اطاعت اور پیروی اختیار کرو۔''

جناب عباسؑ نے فرمایا: ''تجھ پر اور تیری امان پر خدا کی لعنت ہو، تم

۱۔ مقتل المقرّم، ص ۲۴۸

ہمیں امان دیتے ہو جبکہ رسول خداؐ کے فرزند کو امان حاصل نہیں ہے؟ کیا تم اس بات کا حکم دیتے ہو کہ ہم ملعونوں اور ان کی اولاد کی اطاعت اختیار کرلیں۔"[1]

نویں محرم کو عمر بن سعد نے لشکر کو پیش قدمی کا حکم دیا۔ لشکر خیام حسینی کی جانب بڑھا۔ دوسری جانب خیمے کے باہر اس عالم میں کہ سر مبارک زانوؤں پر اور ہاتھ میں تلوار تھی، امام حسینؑ کی آنکھ لگ گئی، آپ نے خواب میں رسول اکرمؐ کو دیکھا، آپؐ نے فرمایا: "بے شک تم عنقریب ہمارے پاس آجاؤ گے۔"

جناب زینبؑ نے لشکر کی آواز سنی تو امام حسینؑ کو دشمن کے قریب آنے کی خبر دی۔ امامؑ نے حضرت عباسؑ سے فرمایا: "تم جاؤ اور معلوم کرو وہ کیا چاہتے ہیں؟"

جناب عباسؑ بیس سواروں کے ہمراہ روانہ ہوئے تو انہوں نے کہا: "امیر نے حکم دیا ہے کہ میری اطاعت قبول کرو یا پھر ہم تم سے جنگ کریں گے۔"

حضرت ابوالفضل العباسؑ، امام حسینؑ کے پاس آئے اور انہیں عمر بن سعد کا پیغام سنایا۔ امامؑ نے فرمایا: "ان کے پاس جاؤ اور آج رات کی مہلت مانگو تاکہ آج رات نماز اور خدا کی عبادت میں بسر کی جاسکے اور ہم توبہ و استغفار کریں، خدا کو علم ہے کہ میں نماز، تلاوت قرآن، مناجات اور توبہ و استغفار کو پسند کرتا ہوں۔"

حضرت عباسؑ عمر بن سعد کے پاس آئے اور ایک رات کی مہلت

۱۔ مقتل المقرّم، ص۲۵۲۔ اللہوف، ص۸۸

مانگی اور انہوں نے بھی صلاح ومشورے کے بعد اس کا مثبت جواب دیا۔

عصر کے قریب، امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

''پروردگار! تیری حمد و ثناء کرتا ہوں اس پر کہ تو نے نبوت کے ذریعے ہمیں کرامت عطا کی اور ہمیں قرآن کی تعلیم دی اور ہمیں دین سے واقفیت عطا کی اور ہمیں (بابصیرت) آنکھیں، (سننے والے) کان اور (بیدار) دل عطا فرمایا اور مشرکین کے زمرے سے نکال دیا۔

امابعد! میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے اپنے اصحاب سے بہتر اصحاب اور اپنے خاندان سے بہتر وفادار اور صلہ رحم انجام دینے والا خاندان نہیں دیکھا۔ خدا آپ تمام افراد کو جزائے خیر دے۔

یقیناً میرے جد رسول خداؐ نے مجھے خبر دی تھی کہ مجھے عراق کی جانب بلایا جائے گا جہاں میں عمورا اور کربلا نامی مقام پر اتروں گا اور درجہ شہادت پر فائز ہوں گا اور اب اس کا وقت قریب آچکا ہے۔

میرے یقین کے مطابق کل دشمن کی جانب سے جنگ کا آغاز کیا جائے گا، اس وقت آپ لوگ آزاد ہیں، میں اپنی بیعت آپ لوگوں کی گردن سے اٹھا لیتا ہوں اور سب کو اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ رات کی تاریکی میں ہر فرد میرے خاندان کے کسی فرد کا ہاتھ تھام کر اپنے شہر اور آبادی کی سمت روانہ ہو جائے۔ یہ لوگ صرف میرے خواہاں ہیں اور میرے بعد کسی سے کچھ نہیں چاہتے، خدا آپ سب کو جزائے خیر عطا کرے۔''

اس موقع پر آپ کے خاندان کے تمام افراد من جملہ جناب عباسؑ گویا ہوئے: ''خدا وہ دن نہ لائے جب ہم آپ کے بعد زندہ رہیں، ہم ہرگز آپ سے جدا نہ ہوں گے۔''

امام حسینؑ نے فرزندان مسلم کی جانب رخ کر کے فرمایا: ''مسلمِ کی شہادت تمہارے لئے کافی ہے، تم لوگ چلے جاؤ۔''

فرزندان مسلم کہنے لگے: ''اس صورتحال میں لوگ ہمیں کیا کہیں گے اور ہم ان کو کیا جواب دیں گے؟ کیا ہم انہیں یہ جواب دیں گے کہ ہم نے اپنے مولا و آقا اور بہترین چچا کی اولاد کو چھوڑ دیا اور اس کی مدد و نصرت کی خاطر ایک تیر بھی نہ چلایا اور نہ ہی تلوار اور نیزہ اٹھایا اور ہمیں یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ اس پر کیا گزری۔ خدا کی قسم! ہم آپ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے اور اپنا جان و مال اور خاندان آپ پر قربان کریں گے اور خون کے آخری قطرے تک آپ کی ہمراہی میں جنگ لڑیں گے، خدا آپ کے بعد ہمیں زندہ نہ رکھے۔''

مسلم بن عوسجہ اپنی جگہ سے بلند ہوئے اور کہا: ''کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں؟ خدا کو کیا جواب دیں گے؟ خدا کی قسم! میں آپ سے علیحدہ نہیں ہوں گا یہاں تک کہ اپنی آخری سانس تک تلوار اور نیزے سے لڑوں گا اور اگر میرے پاس اسلحہ نہ ہوا تو پتھر سے لڑوں گا۔''

سعید بن عبداللہ حنفی نے کہا: ''خدا کی قسم! ہم آپ کو چھوڑ کر نہ جائیں گے تاکہ خدا کو معلوم ہو جائے کہ ہم نے اس کے رسول کی وفات کے بعد آپ کے حدود اور حرمت کی حفاظت کی ہے۔ خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہو

جائے کہ مجھے ستر بار قتل کیا جائے گا اور میرے بدن کو جلا کر اس کی راکھ کو اڑا دیا جائے گا تب بھی میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔ میں کیسے چلا جاؤں جبکہ شہادت کے بعد ابدی کرامت ہمارا انتظار کر رہی ہے۔"

زہیر بن قین نے کہا: "خدا کی قسم! مجھے پسند ہے کہ ہزار بار قتل کیا جاؤں اور زندہ کیا جاؤں، آپ اور آپ کے خاندان کا دفاع کروں۔"

امام حسینؑ کے دیگر اصحاب نے بھی اسی انداز میں حمایت کا اعلان کیا اور امامؑ نے ان سب کے حق میں خدائے متعال سے جزائے خیر طلب فرمائی۔[1]

جب تمام اصحاب عشق نے اپنی صدق نیت اور اخلاص کا یقین دلا دیا تو امام حسینؑ نے فرمایا: "بلاشبہ میرے فرزند علیؑ کے علاوہ، ہم سب یہاں تک کہ قاسم اور شیرخوار قتل کر دیئے جائیں گے۔"

تمام اصحاب کہنے لگے: "تعریف ہے اس خدا کی جس نے ہمیں آپ کی نصرت کی توفیق عطا کر کے کرم کیا اور آپ کے ہمراہ شہادت حاصل کرنے کا شرف عطا کیا۔ یابن رسول اللہ! کیا ہم آپ کے ساتھ رہنے کی بنا پر خوشی حاصل نہ کریں؟"

اس موقع پر امام حسینؑ نے ان سب کے حق میں دعا فرمائی اور کرامت کے ذریعے ان میں سے ہر ایک کو جنت میں ان کے مقام سے آگاہ کیا اور فرمایا: "آپ سب کو جنت مبارک ہو! خدا کی قسم، ہماری شہادت کے بعد قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کے موقع پر، خدائے متعال

۱۔ ارشاد مفید، ج ۲، ص ۹۱۔ مقتل المقرّم، ص ۲۵۹۔ نفس المہموم، ص ۲۴۳ تا ۲۴۵

کی جانب سے ہمیں اور آپ کو دوبارہ دنیا میں پلٹایا جائے گا اور ہم ان (دشمنوں) کو طوق و زنجیر اور مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا دیکھیں گے۔"[۱]

شب عاشور امام حسینؑ اپنی تلوار تیار کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کی کئی بار زیرِلب تلاوت فرماتے رہے:

یـــادھــرُ اُفٍّ لک من خـلـیـل　　کـم لک بـــالاشراق والاصیَل

مــن صــاحـبٍ اوطــالـبٍ قتیـل　　والـــدھـــر لا یـقـنـع بـــالـبـدیـل

وانَّــمـــا الامــرُ اِلـی الـجـلیـل　　وکــلّ حــیّ ســالکٌ سبیـلـی

ترجمہ: اے زمانے! تیری دوستی پر افسوس ہے، تو نے صبح و شام بے شمار حق پسند اور حق کے مددگاروں کو قتل کیا ہے، زمانہ، مثل و مانند اور متبادل کو قبول نہیں کرتا ہے، تمام امور کا تعلق فقط خدا سے ہے اور ہر زندہ شخص کا انجام وہی ہے جس کی جانب میں بڑھ رہا ہوں۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے یہ ابیات سنے تو ضبط نہ کرسکیں اور اضطراب کے عالم میں امام حسینؑ کے پاس آئیں اور فرمایا: "وامصیبتاہ! کاش مجھے موت آجاتی، آج کا دن اس روز کی مانند ہے جس دن میرے باپ علیؑ و فاطمہؑ اور بھائی حسنؑ دنیا سے رخصت ہوئے۔ اے جانے والوں کے جانشین، اے نشانی اور بازماندگان کی جائے پناہ!"[۲]

اس صورتحال میں امام حسینؑ نے اپنی بہن پر نگاہ ڈالی اور فرمایا:

۱۔ مقتل المقرّم، ص۲۶۱۔ اثبات الرجعة سے اقتباس

۲۔ ارشاد، ج۲، ص۹۳

''میری بہن! کہیں شیطان تمہاری بردباری کو نقصان نہ پہنچا دے۔''

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے سوال کیا: ''کیا تم پر ایسا ستم روا رکھا جائے گا کہ جس سے میرا غمزدہ دل مزید داغدار ہوجائے گا؟''

یہ کہتے ہوئے جناب زینبؑ چہرہ پیٹتی ہوئیں بے ہوش ہوگئیں۔ امام حسینؑ نے اپنی بہن کے چہرے پر پانی چھڑکا اور ان مخدومہ سے فرمایا: ''میری بہن! تقویٰ اختیار کرو اور صبر و بردباری کے ذریعے خدا سے دلجوئی حاصل کرو۔ یہ جان لو کہ تمام اہل آسمان اور اہل زمین مرجائیں گے اور بیشک خدا کے علاوہ ہر چیز فنا ہوجائیگی۔ وہ پروردگار جس نے اپنی مخلوقات کو دست قدرت سے خلق کیا اوران کو دوبارہ محشور کرے گا، یگانہ و یکتا ہے، میرے ماں، باپ اور بھائی مجھ سے بہتر تھے، مجھ سمیت ہر مسلمان کو رسول خداؐ کی اقتدا اور پیروی کرنا چاہیئے۔

میری بہن! میں تمہیں قسم دیتا ہوں، تم اس قسم پر قائم رہو اور اپنا گریبان چاک نہ کرو اور اپنے چہرے پر خراش نہ ڈالو اور میرے لئے گریہ و زاری کی صدا بلند نہ کرو۔''

خیموں کے دوسرے جانب، بریر دوسروں کے ساتھ مذاق کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ''مجھے پیش آنے والی ملاقات کی خوشی ہے۔ خدا کی قسم! ہمارے اور حورالعین کے درمیان ان کی شمشیر سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے ان کا اس وقت جنگ کرنا پسند ہے۔''

حبیب ابن مظاہر مسکراتے ہوئے باہر آئے تو ابن حصین نے ان سے کہا: ''یہ مسکرانے کا موقع نہیں ہے۔''

انہوں نے جواب دیا: ''خوشی منانے کا اس سے بہتر موقع کہاں ہوسکتا ہے، ہم شہادت کے بعد حورالعین کے ہم نشین ہوں گے۔''[1]

میدان جنگ کے شیروں کے خیمے ایک طرف عبادت گاہوں میں تبدیل ہوچکے تھے، عاشق خدا کے اصحاب اپنی زندگی کے آخری لمحات اپنے معبود کے ساتھ مناجات، رکوع اور سجود کے عالم میں بسر کر رہے تھے اور دوسری طرف جنگی ہتھیاروں کی تیاری کا مرکز بنے ہوئے تھے۔

امام حسینؑ نے عاشور کی صبح بروز جمعہ، نماز صبح کے بعد اپنی مختصر تقریر کے بعد ان کو میدان جنگ میں نبرد آزما ہونے کے گر بتلائے۔ آپ نے میدان کی دائیں سمت میمنہ پر زہیر بن قین جبکہ بائیں سمت میسرہ پر حبیب بن مظاہر کو مقرر کیا اور خود اپنے اہلبیتؑ کے ہمراہ لشکر کے قلب میں صف بستہ ہوئے اور حضرت عباسؑ کے باوفا ہاتھوں میں علم دیا۔ آپ نے موسی بن عمیر سے فرمایا کہ وہ ان کے اصحاب کے درمیان یہ آواز لگائے: ''جو بھی قرضدار ہے وہ میرے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہو، کیونکہ جو شخص قرض ادا کئے بغیر مرجائے اور اس کے بارے میں غور وفکر سے کام نہ لے وہ جہنم میں ہوگا۔''[2]

عمر بن سعد بھی تیس ہزار[3] سپاہیوں کا لشکر لئے صف آرا ہوا، لشکر کا میمنہ عمرو بن حجاج اور میسرہ شمر بن ذی الجوشن کے ہاتھوں میں تھا۔

لشکر قریب آیا تو امامؑ کے حکم سے خیمے کے گرد کھودی گئی خندقوں میں

۱۔ مقتل المقرّم، ص۲۶۲۔ اللهوف، ص۹۵

۲۔ احقاق الحق، ج۱۹، ص۴۲۹ تا ۴۳۰۔ ۳۔ مقتل المقرّم، ص۲۷۶۔

جلنے والی آگ پر نظر پڑی، شمر بن ذی الجوشن نے با آواز بلند کہا: ''اے حسینؑ! قیامت سے پہلے ہی آگ کی جانب پیش قدمی کرلی۔''

اس صورتحال کے پیش آنے پر مسلم بن عوسجہ نے ان کی جانب تیر پھینکنا چاہا لیکن امامؑ نے منع کیا اور فرمایا: ''میں اپنی جانب سے جنگ کا آغاز نہیں کرنا چاہتا۔''

پھر آپؑ نے شمر کو جواب دیا: ''تم مجھ سے زیادہ قیامت کی آگ کے حقدار ہو۔''

آپ نے دشمن سے فرمایا: ''کیا تمہارے نزدیک یہ امر مشکوک ہے کہ میں تمہارے پیغمبرؐ کی بیٹی کا فرزند ہوں۔ خدا کی قسم! مشرق ومغرب میں میرے علاوہ کوئی پیغمبر کی لخت جگر کا فرزند نہیں ہے۔ کیا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے یا کسی کا مال ضائع کیا ہے یا کسی کو زخمی کیا ہے کہ جس کا تم مجھ سے قصاص لینا چاہتے ہو؟''

کسی نے جواب نہ دیا تو آپؑ نے فرمایا: ''اے شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، قیس بن اشعث، زید بن حارث! کیا تم لوگوں نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پک چکے ہیں، باغ سرسبز و شاداب ہو چکے ہیں، کنویں پانی سے بھر چکے ہیں اور آپ کے سپاہی تیار اور آمادہ ہیں، لہذا ہماری جانب آیئے۔''

انہوں نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! خدا کی قسم، تم ہی نے لکھا تھا۔ اے لوگو! میرا وجود نہیں چاہتے ہو تو مجھے کسی اور مقام پر پناہ لینے دو۔''

قیس بن اشعث کہنے لگا: ''کیوں اپنے چچا کے بیٹوں کا حکم نہیں مان

لیتے؟ یہ تم سے بھلائی کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔"

امام حسینؑ نے فرمایا: "تم اپنے بھائی (محمد بن اشعث) کے بھائی ہو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بنی ہاشم، مسلم کے خون کا قصاص لینے سے پہلے تم سے قصاص طلب کریں۔ خدا کی قسم! میں ذلت کا ہاتھ ان کو نہ دوں گا اور نہ ہی غلاموں کی طرح فرار کروں گا۔ اے بندگان خدا! میں سنگسار کئے جانے اور روز قیامت کے منکر تمام متکبروں سے اپنے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں۔"

بعدازاں آپ ناقہ سے اترے اور عقبۃ ابن سمعان کو ناقہ کی ٹانگیں باندھنے کی تاکید کی۔ دشمن کی جانب سے حملے کا آغاز ہوا تو عبداللہ بن حوزہ نے آواز لگائی: "کیا حسینؑ تمہارے درمیان موجود ہے؟ اے حسینؑ تمہیں جہنم کی آگ کی بشارت ہو۔"

امام حسینؑ نے فرمایا: "تم نے جھوٹ کہا، میں خدا کی بارگاہ میں مغفور، کریم، مطیع اور شفیع بن کر پہنچوں گا۔ تم کون ہو؟"

اس نے اپنا تعارف کرایا تو آپؑ نے اس پر لعنت کی۔ اسی لمحے اس کا گھوڑا پسپا ہوا اور وہ گرا اور اس کے گھوڑے کی رکاب میں آویزاں پاؤں کٹ گئے۔ گھوڑے نے اسے وہاں کے پتھروں پر پھینکا اور آخرکار وہ واصل جہنم ہوا۔ مسروق بن وائل، جس نے خود کو پہلی صف میں آمادہ کر رکھا تھا تاکہ سر حسینؑ کو ابن زیاد کے پاس لے جائے، جب یہ منظر دیکھا تو اپنے ارادے سے باز آیا اور وہاں سے پلٹ آیا۔ [1]

۱۔ مقتل المقرّم، ص۲۸۳۔ ارشاد، ج۲، ص۱۰۲

اس موقع پر یکے بعد دیگرے زہیر بن قین اور بریر نے عمر بن سعد کے لشکر کے سامنے تقریریں کیں اور مختلف انداز میں انہیں امام حسینؑ کی مدد و نصرت کی جانب رغبت دلائی لیکن انہوں نے تیراندازی کے ذریعے جواب دیا۔ امامؑ نے اپنے سر پر قرآن رکھ کر ایک اور خطبہ دیا اور فرمایا:

''اے لوگو! ہمارے درمیان کتاب خدا اور میرے جد رسول خداؐ کی سنت موجود ہے۔ تمہیں خدا کا واسطہ، کیا یہ جانتے ہو کہ میرے جد رسول خداؐ ہیں اور میری ماں فاطمہ زہراؑ دختر محمد مصطفیٰؐ اور میرے باپ علیؑ بن ابی طالب اور میری دادی خدیجہؓ پہلی مسلمان خاتون اور حمزہ سیدالشہداءؑ میرے باپ کے چچا اور جعفر طیارؑ میرے چچا ہیں اور یہ شمشیر اور عمامہ رسول خداؐ کا ہے اور علیؑ اس امت کے پہلے مسلمان مرد اور ان کے درمیان دانا ترین اور بردبار ترین شخص ہیں اور وہی مؤمن مرد و زن کے آقا ہیں؟

سب نے آپ کی باتوں کی تائید کی تو امامؑ نے فرمایا: ''پھر کیوں میرا خون بہانا چاہتے ہو؟''

انہوں نے کہا: ''ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں مگر تم سے دستبردار نہ ہوں گے یہاں تک کہ پیاس سے ہلاک ہو جاؤ۔''

اس موقع پر امام حسینؑ نے فرمایا: ''اے لوگو! تم پر بربادی و ہلاکت کی مار ہو، تم نے ہمیں اپنے فریاد رسی کیلئے بلایا تو ہم جلدی آئے لیکن جو تلوار ہمارے حق میں استعمال کرنے کیلئے تھی وہ ہمارے خلاف استعمال کر رہے ہو۔ تم پر لعنت ہو، جس وقت تلواریں نیام میں تھیں اور دل پرسکون تھے، تم نے

ہمیں تنہا نہیں چھوڑا — خدا کی قسم! دھوکے بازی تمہاری پرانی عادت ہے۔

جی ہاں! اس زنازادے کے زنازادے بیٹے نے مجھے تلوار و جنگ اور ذلت و خواری کے دوراہے پر لاکھڑا کیا ہے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم ذلت کے آگے جھک جائیں۔ خدا اور اس کا رسولؐ اور (ہماری پرورش کرنے والے) باایمان و پاکدامن و پاکیزہ اور غیرتمند اور ذلت سے دوری کرنے والے افراد ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ ہم پست لوگوں کی اطاعت کو شرافت مندانہ موت پر اختیار کریں —"

بالآخر آپ نے آسمان کی جانب ہاتھ بلند کئے اور فرمایا: "بارالٰہا! ان پر آسمان سے بارش کو روک دے اور قحط سالی اور خشک سالی کے سالوں کے مانند ان پر یوسفؑ کو مسلط فرما اور اس ثقیف کے جوان (حجاج بن یوسف ثقفی) کو ان کا حاکم بنا تاکہ وہ ان کو موت کی تلخیوں کا مزا چکھائے جنہوں نے ہمارے ساتھ جھوٹ[1] سے کام لے کر ہمیں ذلیل کیا۔ تو ہمارا پروردگار ہے اور تجھ پر ہی ہم بھروسہ کرتے ہیں اور تیری جانب ہماری بازگشت ہے۔"[2]

امام نے خطبہ اور تقریر کے بعد رسول خداؐ کا گھوڑا طلب کیا جس کا نام مرتجز تھا اور اس پر سوار ہو کر اپنے اصحاب کی صفوں کو مرتب کرنے لگے، اسی دوران عمر بن سعد نے ایک تیر پھینکا اور کہا: "امیر کے پاس گواہی دینا کہ ان کی جانب پہلا تیر میں نے چلایا تھا۔"

۱۔ اگر عربی عبارت "کَـذَبُـوْنَا" پڑھی جائے تو ترجمہ وہی ہوگا جو ملاحظہ کیا لیکن اگر "کَـذَّبُـوْنَا" تشدید کے ہمراہ پڑھی جائے تو ترجمہ یہ ہوگا: "ہمیں جھوٹا قرار دیا اور ہم پر جھوٹ باندھا۔"

۲۔ مقتل المقرّم، ص۲۴۶

اس تیر کے آتے ی دشمن کی جانب سے یاران عشق پر تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔

اس صورتحال میں امامؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں، موت کے لئے تیار ہوجاؤ کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ یہ تیر اس قوم کی جانب سے تمہارے لئے نمائندے ہیں۔''

اس موقع پر خدائے متعال کی جانب سے ''غیبی امداد کے ذریعے دشمن پر کامیابی یا خدا سے ملاقات'' کے درمیان اختیار دیا گیا اور امامؑ نے خدا سے ملاقات کو اختیار فرمایا [۱] اور ارشاد فرمایا:

''اَمَا مِنْ مُغِيثٍ يُغيثنا لوجه الله اَمَا مِن ذابٍّ يذبّ عن حرم رسول الله؟'' کیا کوئی فریادرس ہے جو خدا کی خاطر ہماری فریادرسی کرے؟ کیا کوئی ہے جو حرم رسول خداؐ کا دفاع کرے؟

اس موقع پر حر بن یزید ریاحی، عمر بن سعد کے پاس گئے اور کہا: ''کیا واقعی ان سے جنگ کرنا چاہتے ہو؟''

اس نے جواب دیا: ''خدا کی قسم! ایسی جنگ کروں گا کہ جس میں سر گرنا اور ہاتھ کٹنا سب سے آسان کام ہوگا۔''

حر آ کر گھوڑے پر سوار ہوئے تو مہاجر بن اوس نے ان سے کہا: ''کیا حملہ کرنا چاہتے ہو؟''

حر نے کوئی جواب نہ دیا اور ان پر لرزہ طاری ہوا تو لوگوں نے کہا:

۱۔ اللهوف، ص۱۰۲

''ہم تمہیں کس کیفیت میں مبتلا دیکھ رہے ہیں؟ اگر ہم سے کوفے کے بہادر ترین افراد سے متعلق پوچھا جاتا تو ہم تمہارا نام لینا نہ بھولتے۔''

حر نے جواب دیا: ''میں خود کو جنت و جہنم کے درمیان محسوس کر رہا ہوں۔ خدا کی قسم! اگر مجھے جلا دیا جائے تب بھی جنت کا انتخاب کروں گا۔''

اس صورتحال کے پیش نظر حر نے امام حسینؑ کی جانب گھوڑا دوڑایا۔ حر اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتے جاتے تھے: ''خدایا! میں تیری جانب آیا ہوں، میری توبہ کو قبول کر لے، میں نے تیرے اولیاء اور تیرے پیغمبرؐ کی اولاد کو خوفزدہ کیا ہے۔''

حر نے شرمندگی کے مارے اپنا سر جھکایا ہوا تھا، انہوں نے امامؑ کی خدمت میں عرض کی: ''اے ابا عبداللہ! کیا میری توبہ قابل قبول ہے؟''

جب امام حسینؑ نے مثبت جواب دیا تو حر نے کہا: ''میں وہ پہلا فرد ہوں جس نے آپ سے جنگ کا ارادہ کیا، لہذا میری خواہش ہے کہ آپ کی بارگاہ میں سب سے پہلے میری جان کا نذرانہ پیش ہو، تاکہ شاید اس وسیلے سے بروز قیامت آپ کے جد کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے سکوں۔''[1]

حرؑ میدان جنگ میں آئے اور نامراد دشمنوں کی خاصی تعداد کو واصل جہنم کرنے کے بعد بدن مبارک پر شدید زخموں کے سبب زمین پر گرے۔ امام حسینؑ، حر کی بالین پر آئے اور ان کے سر مطہر پر رومال باندھا جس سے خون بہہ رہا تھا۔ آپؑ ان کے چہرے سے غبار صاف کرتے اور فرماتے جاتے: ''جس طرح تمہاری ماں نے تمہارا نام حر رکھا، اسی طرح تم دنیا و

۱۔ مقتل المقرّم، ص۲۹۰۔ اللھوف، ص۱۰۲۔ ارشاد مفید، ج۲، ص۹۹۔۱۰۰

آخرت میں آزاد ہو۔"

دوسری جانب امامؑ کے اصحاب کے درمیان وہب نامی ایک نوجوان اپنی ماں اور زوجہ کی موجودگی میں میدان جنگ کی جانب چلا اور کچھ لمحے بعد اپنی ماں کے پاس آ کر کہنے لگا: "میری ماں! کیا تم مجھ سے راضی ہو؟"

ماں نے کہا: "اس وقت راضی ہوں گی جب تم امام حسینؑ کی موجودگی میں درجہ شہادت پر فائز ہو جاؤ گے۔"

اس کی زوجہ نے کہا: "وہب! تمہیں خدا کا واسطہ، مجھے اپنی دوری میں مبتلا نہ کرو۔"

ماں نے کہا: "میرے فرزند! اپنی زوجہ کی بات نہ سنو، میدان کی طرف پلٹ جاؤ اور اپنے پیغمبرؐ کی بیٹی کے فرزند کے آگے آگے جنگ کرو تا کہ تمہیں بروز قیامت ان کے جد کی شفاعت حاصل ہو سکے۔"

وہب سوئے میدان پلٹے اور دوبارہ جنگ شروع کی۔ سرانجام ان کے ہاتھوں کو قطع کر دیا گیا [1] اس کی ماں (بعض تواریخ کے مطابق اس کی زوجہ) نے چوب خیمہ کو اٹھایا اور میدان میں آ گئی تو امام حسینؑ نے فرمایا: "میرے خاندان کی نصرت کرنے پر خدا تم کو جزائے نیک عطا کرے، عورتوں کے پاس پلٹ جاؤ۔" [2]

۱۔ کتاب امالی کی تیسویں مجلس، صفحہ ۱۳۷ پر شیخ صدوق نے بیان کیا ہے کہ وہب کو اسیر بنا کر عمر بن سعد کے پاس لایا گیا۔ اسکے حکم کے مطابق وہب کا سر کاٹ کر لشکر حسینؑ کی جانب پھینک دیا گیا۔

۲۔ اللھوف، ص۱۰۴ تا ۱۰۶۔ نفس المھموم، ص۲۷۷

بعدازاں عمرو بن جنادہ، جنہوں نے اپنی زندگی کی گیارہ بہاریں دیکھی تھیں، اپنے پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد امامؑ کی خدمت میں آئے تا کہ میدان جنگ کے لئے اذن جہاد حاصل کرسکیں۔ امام نے فرمایا: ''تمہارے باپ شہید ہو چکے ہیں، لہذا ممکن ہے کہ تمہاری ماں اس بات پر راضی نہ ہو۔''

بہادر نوجوان نے کہا: ''میری ماں ہی نے مجھے میدان جانے کی تاکید کی ہے۔'' امام حسینؑ نے اجازت دی اور وہ تیزی سے میدان جنگ کی طرف آیا اور کچھ دیر نہ گزری تھی کہ درجہ شہادت پر فائز ہوا اور اس کے سر کو تن سے جدا کر کے امامؑ کی جانب پھینک دیا گیا۔ [1]

بعدازاں مسلم بن عوسجہ میدان میں آئے اور معمر ہونے کے باوجود کئی افراد کو واصل جہنم کیا۔ ان کی شہادت کے وقت امام حسینؑ اور حبیب بن مظاہر ان کے سرہانے آئے تو مسلم نے حبیب سے کہا: ''میں تمہیں اباعبداللہ کے ہم رکاب جنگ کرتے ہوئے شہید ہونے کی وصیت کرتا ہوں۔'' [2]

دوسری جانب عبداللہ بن عمیر کلبی کی زوجہ اپنے شوہر کے سرہانے بیٹھ کر اس کے چہرے سے گرد و غبار صاف کرتی جاتی تھی اور اسے بہشت میں داخلے پر مبارکباد دیتی جاتی تھی کہ اس عالم میں شمر بن ذی الجوشن کے حکم پر اس کے سر پر لوہے کی سلاخ کا وار کیا گیا اور اسی لمحے وہ شہید ہوگئی۔

اس صورتحال میں ابوثمامہ صائدی نے آسمان کی جانب نگاہ ڈالی اور

۱۔ مقتل المقرّم، ص۳۱۴۔ نفس المهموم، ص۳۰۹

۲۔ مقتل المقرّم، ص۲۹۷

امام حسینؑ سے کہا: ''میری جان آپ پر قربان! میری خواہش ہے کہ آپ سے پہلے شہادت حاصل کروں اور جس نماز کا وقت ہوا ہے اسے ادا کروں۔''

امام حسینؑ نے جانب آسمان نگاہ کی اور فرمایا: ''تم نے نماز کو یاد کیا ہے، خدا تمہیں نماز گزاروں میں قرار دے، دشمن سے نماز پڑھنے کی مہلت مانگو۔''

اس موقع پر حصین نے کہا: ''تم لوگوں کی نماز قبول نہیں ہے۔''

حبیب بن مظاہر نے کہا: ''تم یہ گمان کرتے ہو کہ خاندان رسول خداؐ کی نماز قبول نہیں ہے لیکن تیری نماز قبول ہے، اے گدھے۔''[1]

حصین کے ساتھ ہی دیگر دشمنوں نے بھی حبیب بن مظاہر پر حملہ کیا اور ان کی کافی تعداد کے قتل کرنے کے بعد حبیب بن مظاہر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

بعدازاں ابوذر غفاریؓ کے غلام جون اذن جہاد حاصل کرنے امامؑ کی خدمت میں آئے لیکن آپؑ نے فرمایا: ''تم مصیبتوں سے حفظ و امان میں رہنے کی خاطر ہمارے پاس رہے ہو، اب تم آزاد ہو، چلے جاؤ۔''

اس موقع پر جون، امامؑ کے قدموں پر گر پڑے اور کہا: ''میں نے خوشیوں کے دن آپ کے ہمراہ گزارے اوراب آپ کی مدد سے دستبردار ہو جاؤں؟ بخدا! میں یہ جانتا ہوں کہ سیاہ فام اور بدبودار ہوں اور آپؑ کے اعلیٰ اور شریف خاندان سے تعلق نہیں رکھتا ہوں۔ خدا کی قسم! آپ سے علیحدہ نہیں ہوں گا یہاں تک کہ میرا سیاہ خون آپ کے خون میں مل جائے۔''

۱۔ مقتل المقرّم، ص۳۰۱

امامؑ نے جنگ کی اجازت دی، جون میدان میں آئے، تقریباً پچیس افراد کو ہلاک کیا اور بالآخر جام شہادت نوش کیا۔ امامؑ جون کے سرہانے آئے اور فرمایا: ''بارالہا! اسے سفید رو اور خوشبودار فرما اور اسے محمدؐ و آل محمدؑ کی معرفت اور ان کی ہمراہی عطا کر۔''[1]

اصحاب کی شہادت کے بعد امام حسینؑ اور ان کا خاندان اکیلے رہ گئے۔ اسی بنا پر جناب علی اکبرؑ، جو اپنی عمر کے ستائیس سال گزار چکے تھے، اذن جہاد حاصل کرنے کی غرض سے اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؑ نے ان پر نگاہ ڈالی اور گریہ کناں ارشاد فرمایا: ''بارالہا! گواہ رہنا، لوگوں کے درمیان تیرے رسولؐ کی سیرت و صورت میں سب سے زیادہ شباہت رکھنے والا شخص میدان کارزار کی جانب جارہا ہے، جب ہمیں تیرے پیغمبرؐ کو دیکھنے کی خواہش ہوتی تھی تو اسے دیکھ لیا کرتے تھے۔''

علی اکبرؑ میدان جنگ میں آئے اور دشمنوں کی کافی تعداد کو واصل جہنم کرنے کے بعد اپنے پدر کے پاس لوٹے اور کہا: ''باباجان! پیاس مجھے مارے ڈالتی ہے۔''

اس موقع پر امام حسینؑ نے گریہ کیا اور فرمایا: ''میرے فرزند! عنقریب اپنے جد کے ہاتھوں سے سیراب ہو جاؤ گے اور پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔''

علی اکبرؑ میدان کی جانب پلٹ آئے، شجاعت کے جوہر دکھانے کے

۱۔ مقتل المقرّم، ص۳۱۳۔ نفس المهموم، ص۳۰۶

بعد ناگاہ سینے پر تیر اور سر مبارک پر تلوار کی ضرب لگی پس آواز دی:
''یا اباعبداللہ! خداحافظ، یہ میرے جد مجھے سیراب کر رہے ہیں۔''

امامؑ تیزی کے ساتھ علی اکبرؑ کے سرہانے پہنچے اور اپنے چہرۂ مبارک کو علی اکبرؑ کے رخسار پر رکھ کر فرمایا: ''خدا ان ظالموں کو نابود کرے جنھوں نے تمہیں قتل کی، یہ لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کے معاملے میں کس قدر گستاخ ہیں، تمہارے بعد اس دنیا پر افسوس ہے۔''

آپؑ نے اپنے جگر گوشے کے خون کو آسمان کی جانب پھینکا تو ایک قطرہ بھی زمین کی طرف پلٹ کر نہ گرا۔[1]

ان کی شہادت کے بعد مسلم بن عقیل کے فرزند عبداللہ میدان میں آئے اور شجاعت کے جوہر دکھانے کے بعد جام شہادت نوش کیا۔

بعدازاں قاسم جوابھی سن بلوغ کو نہ پہنچے تھے، اپنے چچا کی خدمت میں آئے۔ امام حسینؑ نے انہیں آغوش میں لیا اور گریہ کیا۔ قاسم نے اپنی کمر پر تلوار باندھی جو زمین پر خط کھینچتی جاتی تھی اور میدان میں آئے۔ کچھ لمحے نہ گزرے تھے کہ ناگاہ عمرو بن سعد نے تلوار کی ضربت لگائی جس سے ان کا سر شگافتہ ہوگیا۔ قاسم خون میں غلطاں ہوئے اور آواز دی: ''چچا جان! میری فریاد کو پہنچیے۔''

امام حسینؑ نے تیزی کے ساتھ خود کو قاسم کے سرہانے پہنچایا اور عمرو بن سعد کو ایسی ضربت لگائی کہ اس کا ہاتھ قلم ہوگیا، اس نے آواز بلند کی تو

۱۔ مقتل المقرّم، ص۳۱۸ تا ۳۲۵

کوفے والے اسے نجات دلانے کے لئے دوڑے ہوئے آئے۔

بالآخر قاسم گھوڑوں کے سموں تلے شہید ہوگئے تو امامؑ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! تمہارے چچا کو بہت ناگوار ہے کہ تم انہیں مدد کے لئے بلاؤ اور وہ جواب نہ دے سکیں یا ان کی مدد تمہارے لئے سود مند ثابت نہ ہو۔''[1]

خیموں کے اطراف میں بچوں کی ''العطش'' کی صدائیں سنائی دیتی تھیں اور حضرت امام حسینؑ ان سے شرمندہ نظر آتے تھے۔

اس موقع پر حضرت ابوالفضل العباسؑ، امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور کہا: ''میرے آقا! میرا دل ان منافقوں کے ہاتھوں سخت پریشان ہے، میں ان سے بدلہ لینے کا خواہش مند ہوں۔''

امام حسینؑ نے فرمایا: ''پس ان بچوں کے لئے پانی لے آؤ۔''

حضرت ابوالفضل العباسؑ مشک لے کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور دریائے فرات کی جانب جانے کا ارادہ کیا۔ تقریباً چار ہزار افراد نے راستہ بند کیا ہوا تھا لیکن حضرت عباسؑ نے اسی افراد کو ہلاک کر کے انہیں پراگندہ کردیا اور فرات پر آئے۔ انہوں نے اپنی پیاس بجھانے کے لئے چلو بھر پانی پینا چاہا لیکن امام حسینؑ اور ان کے بچوں کی پیاس یاد آ گئی۔ چنانچہ پانی کو فرات میں پھینک دیا اور خود سے یوں گویا ہوئے: ''اس وقت حسینؑ کو جنگ کا سامنا ہے اور تم پانی پی رہے ہو؟''

آپؑ نے مشک بھری اور اسے دائیں کاندھے پر رکھا اور خیموں کی

۱۔ مقتل المقرّم، ص۳۳۰ تا ۳۳۲

جانب چلے، دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور سخت جنگ کے بعد زید بن رقاد نے حکیم بن طفیل کی مدد سے حضرت عباسؑ کے دائیں بازو پر وار کیا۔

جناب عباسؑ نے فرمایا:

والله ان قطعتم یمینی　　اِنّی احامی ابداً عن دینی

وعن امام صادق الیقین　　نجل النبی الطاهر الامین

ترجمہ: خدا کی قسم! اگر میرا دایاں ہاتھ کاٹ دو گے پھر بھی بلاشبہ اپنے دین اور اپنے امام و پیشوا کا مسلسل دفاع کرتا رہوں گا جو اپنے ایمان میں صادق اور پاک و امین پیغمبر کے فرزند ہیں۔

اس وقت مشک کو بائیں ہاتھ میں لیا تو حکیم بن طفیل نے جناب عباسؑ کے اس ہاتھ پر ضرب لگائی۔ آپؑ نے مشک کو دانتوں سے تھام لیا کہ ایک تیر مشک پر آ کر لگا۔ آخرکار ایک تیر آپ کے سینہ مبارک پر آ کر لگا اور آپ کے سر مبارک پر آہنی گرز مارا گیا، آپ گھوڑے سے زمین پر آئے اور امام حسینؑ کو آواز دی، امامؑ تیزی کے ساتھ سقائے کربلا کے سرہانے پہنچے اور سر مبارک کو اپنے دامن میں رکھا اور فرمایا: ''اس وقت میری کمر ٹوٹ گئی ہے اور چارہ کار ختم ہوگیا ہے۔''[1]

امام حسینؑ اپنے علمدار کے پیکر پاک کو خیمے میں لائے، خیمے میں عورتوں اور بچوں کے نالہ و فغاں کی صدائیں بلند تھیں۔ امام حسینؑ نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ باآواز بلند صدا دی: ''کیا کوئی ہے جو حرم رسول خداؐ کا دفاع

۱۔ مقتل المقرّم، ص۳۳۴ تا ۳۴۰

کرے؟ کیا کوئی خدا پرست ہے جو ہمارے معاملے میں خدا سے خوف رکھتا ہو؟ کیا کوئی فریادرس ہے جو راہ خدا میں ہماری فریاد کو پہنچے؟''

اس صورتحال میں امامؑ خیمے کے در پر آئے اور اپنے شیرخوار فرزند علی اصغرؑ کو آغوش میں لیا اور بوسہ دے کر فرمایا: ''ان لوگوں کا برا ہو اس وقت جب تیرے جد ان سے باز پرس کریں گے۔''[1]

اس موقع پر حرملہ بن کاہل نے بچے کے گلوئے مبارک پر تیر چلایا اور امامؑ نے اس کے گلے کے خون کو اپنے چلو میں لیا اور آسمان کی جانب پھینکا۔ خون کا ایک قطرہ بھی زمین کی جانب نہیں گرا۔[2]

بعدازاں امامؑ تنہائی اور بے کسی کے عالم میں میدان جنگ میں آئے۔ آپؑ مسلسل دشمن پر حملے کرتے اور فرماتے جاتے:

الموت خیرٌ من رکوب العار	والعار اولی من دخول النار
انا الحسینُ بن علیٌ	آلیت ان لا انثنی
احمی عیالات ابی	امضی علی دین النبی

ترجمہ: ذلت و خواری سے بہتر موت ہے اور ذلت جہنم کی آگ سے بہتر ہے۔ میں حسینؑ بن علیؑ ہوں، میں نے قسم کھائی ہے کہ ذلت کے آگے سر نہ جھکاؤں گا۔ میں اپنے باپ کے خاندان کی حمایت کرتا ہوا اور دین

۱۔ مقتل المقرّم، ص۳۴۲

۲۔ بعض مقاتل میں لکھا ہے کہ آپؑ نے اپنے شیرخوار بچے عبداللہ کو میدان میں لائے اور اس کے لئے دشمن سے پانی طلب کیا۔ مقتل المقرّم، ص۳۴۲

پیغمبرؐ کی راہ میں مروں گا۔
جب دشمن نے خود کو امامؑ کے مقابل بے بس پایا اور امامؑ اور خیموں کے درمیان محاذ آرائی کا ارادہ کیا تو پیغمبر خداؐ کے نواسے نے فرمایا: ''اے خاندان ابوسفیان کے پیروکارو! تم پر لعنت ہو۔ اگر تمہارا کوئی دین نہیں اور نہ ہی روز قیامت کا خوف رکھتے ہو تو اس دنیا میں آزاد مردوں کی طرح رہو، اگر تم عرب ہو تو اپنے قومی کردار کا تو خیال رکھو۔ جنگ میرے اور تمہارے درمیان ہے، ان عورتوں کا کچھ قصور نہیں ہے، جب تک میں زندہ ہوں اپنے ظالم و نادان لوگوں کو میرے اہلبیتؑ سے تعرض رکھنے سے روکے رکھو۔''
شمر لعنۃ اللہ علیہ نے کہا: ''میں تمہارا مشورہ قبول کرتا ہوں۔''
نوجوانان جنت کے سردار پر حملے تیز سے تیز تر ہوتے گئے، ہر طرف سے تیر امام حسینؑ کے پیکر مبارک پر پھینکے جا رہے تھے، تیر و شمشیر کے زخموں سے چور ہو کر امامؑ نے کچھ دیر کے لئے ایک طرف آرام کرنا چاہا کہ ناگاہ آپ کی پیشانی مبارک پر ایک پتھر آ کر لگا، جس لمحے آپ اپنے چہرۂ مبارک سے خون صاف کرنے میں مصروف تھے، ایک تین دھار کا زہر آلود تیر امامؑ کے سینے میں پیوست ہو گیا، آپؑ نے فرمایا:
''بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ'' خدا کے نام سے اور خدا کی مدد سے رسول خداؐ کے دین پر باقی ہوں۔
''خدایا! تو جانتا ہے کہ یہ لوگ اسے قتل کر رہے ہیں کہ جس کے علاوہ روئے زمین پر پیغمبر اکرمؐ کی بیٹی کا فرزند کوئی نہیں ہے۔''
آپ نے تیر نکالا اور خون ہاتھوں میں لے کر آسمان کی جانب پھینکا

تو آسمان سرخ ہوگیا اور اس کا کوئی قطرہ زمین پر نہیں گرا۔

اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے بارگاہ الٰہی کے فرشتوں نے صدائے نالہ بلند کی: ''خدایا! یہ حسینؑ تیرا برگزیدہ اور تیرے پیغمبرؐ کی بیٹی کا فرزند ہے۔''

خدائے عزوجل نے انہیں حضرت قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے وجود مبارک کی زیارت کرائی اور فرمایا: ''میں اس کے ذریعے انتقام لوں گا۔''[1]

اب جو لوگ سرور آزادگان حضرت سیدالشہداءؑ کے ہم رکاب ہونے کی خواہش رکھتے ہیں، انہیں چاہئے کہ وہ ان سے مسلسل عاشقانہ رابطہ رکھ کر اپنے دعوے کی سچائی کا ثبوت پیش کریں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے حنان بن سدیر سے فرمایا: ''کیا تم ہر ماہ اباعبداللہ علیہ السلام کی زیارت کرتے ہو؟''

اس نے انکار کیا تو امام صادقؑ نے فرمایا: ''ہر دو مہینے میں ایک بار زیارت کرتے ہو؟''

اس نے پھر انکار کیا تو امام صادقؑ نے فرمایا: ''سال میں ایک مرتبہ؟''

اس نے انکار کیا تو امام صادقؑ نے فرمایا: ''تم لوگ کس قدر اپنے مولا پر جفا کرتے ہو؟''

حنان بن سدیر نے کہا: ''یابن رسول اللہ! راہ دور ہے اور مناسب زادراہ کی استطاعت نہیں رکھتا ہوں۔''

امام صادقؑ نے فرمایا: ''غسل کر کے اور پاکیزہ ترین جامہ پہن کر

۱۔ اللھوف، ص ۱۲۷

اپنے گھر کے سب سے بالائی حصے یا صحرا میں جاؤ۔ حضرت اباعبداللہ علیہ السلام کے روضے کے جانب رخ کر کے یہ زیارت پڑھو:

اَلسَّلاَمُ عَلَیْکَ یَا مَوْلاَیَ وَ ابْنَ مَوْلاَیَ وَ سَیِّدِیْ وَ ابْنَ سَیِّدِیْ، اَلسَّلاَمُ عَلَیْکَ یَامَوْلاَیَ یَا قَتِیْلُ بْنُ قَتِیْلٍ الشَّھِیْدُ بْنُ الشَّھِیْدِ، اَلسَّلاَمُ عَلَیْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَنَا زَائِرُکَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ بِقَلْبِیْ وَلِسَانِیْ وَجَوَارِحِیْ وَاِنْ لَّمْ اَزُرْکَ بِنَفْسِیْ وَالْمُشَاھَدَةِ، فَعَلَیْکَ السَّلاَمُ یَا وَارِثَ آدَمَ صِفْوَةِ اللّٰہِ وَوَارِثَ نُوْحٍ نَبِیِّ اللّٰہِ وَوَارِثَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰہِ وَوَارِثَ عِیْسٰی رُوْحِ اللّٰہِ وَ کَلِمَتِہٖ وَ وَارِثَ مُحَمَّدٍ حَبِیْبِ اللّٰہِ وَ نَبِیِّہٖ وَ رَسُوْلِہٖ وَ وَارِثَ عَلِیٍّ اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ وَصِیِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ خَلِیْفَتِہٖ وَ وَارِثَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ وَصِیِّ اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ لَعَنَ اللّٰہُ قَاتِلَکَ وَ جَدَّدَ عَلَیْھِمُ الْعَذَابَ فِیْ ھٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِیْ کُلِّ سَاعَةٍ، اَنَا یَاسَیِّدِیْ مُتَقَرِّبٌ اِلَی اللّٰہِ جَلَّ وَعَزَّ وَاِلٰی جَدِّکَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاِلٰی اَبِیْکَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِلٰی اَخِیْکَ الْحَسَنِ وَاِلَیْکَ یَا مَوْلاَیَ فَعَلَیْکَ سَلاَمُ اللّٰہِ وَرَحْمَتِہٖ بِزِیَارَتِیْ لَکَ بِقَلْبِیْ وَلِسَانِیْ وَجَمِیْعِ جَوَارِحِیْ فَکُنْ یَاسَیِّدِیْ شَفِیْعِیْ لِقَبُوْلِ ذٰلِکَ مِنِّیْ وَاَنَا بِالْبَرَائَةِ مِنْ اَعْدَائِکَ وَاللَّعْنَةِ لَھُمْ وَعَلَیْھِمْ اَتَقَرَّبُ اِلَی اللّٰہِ وَ اِلَیْکُمْ اَجْمَعِیْنَ. فَعَلَیْکَ صَلَوٰتُ اللّٰہِ وَرِضْوَانِہٖ وَرَحْمَتُہٗ.

اس کے بعد امام حسینؑ کے پائنتی مدفون علیؑ بن الحسینؑ کو سلام کرو اور اپنی حاجات کو بیان کرو اور نماز زیارت پڑھو اور کہو:

اَنَا مُوَدِّعُکَ یَامَوْلاَیَ وَابْنَ مَوْلاَیَ وَسَیِّدِیْ وَابْنَ سَیِّدِیْ وَ

مُوَدِّعُکَ یَا سَیِّدِیْ وَابْنَ سَیِّدِیْ یَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِؑ وَ مُوَدِّعُکُمْ یَا سَادَتِیْ یَا مَعْشَرَ الشُّهَدَآءِ فَعَلَیْکُمْ سَلاَمُ اللّٰهِ وَرَحْمَتُهُ وَ رِضْوَانُهُ.[1]

کتاب کے اس حصے میں امام حسینؑ کی زیارت کی فضیلت اور ان کے مصائب بیان کرنے اور ان پر رونے کے دنیوی اور اخروی فوائد کے بارے میں چند احادیث بیان کی جارہی ہیں۔ امید ہے کہ خدائے متعال ان کمالات تک پہنچنے کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم: یا فاطمة اکل عین باکیة یوم القیمة الا عین بکت علی مصاب الحسینؑ فانها ضاحکة مستبشرة بنعیم الجنة.[2]

رسول اللہؐ نے فرمایا: اے فاطمہؑ! ہر آنکھ بروز قیامت گریاں ہوگی مگر وہ آنکھ جو مصائب حسینؑ پر روتی ہو، یقیناً ایسی آنکھ مسرور اور خنداں ہوگی۔

قال علی بن الحسین علیه السلام: من قطرت عیناه فینا قطرة و دمعت عیناه فینا دمعة بوّاه اللّٰه بها فی الجنة حقباً.[3]

جس شخص کی آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ بہے گا خدا اسے اس ایک قطرے کے بدلے میں جنت میں سالہا سال زندگی عطا کرے گا۔

قال الامام الصادق علیه السلام: نفس المهموم لظلمنا تسبیح و همه لنا عبادة.[4]

ہماری مظلومیت پر آہ کرنا، تسبیح ہے اور ہماری خاطر سعی و کوشش

۱۔ بحارالانوار، ج ۱۰۱، ص ۳۶۸۔ کامل الزیارات، ص ۲۸۸ سے اقتباس۔

۲۔ بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۲۹۳ ۳۔ بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۲۹۲

۴۔ بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۲۷۸

کرنا عبادت ہے۔

قال الامام الرضا علیه السلام: من سمی یوم عاشوراء یوم برکة وادخر فیه لمنزله شیئاً لم یبارک له فیما ادّخر وحشر یوم القیمه مع یزید و عبیدالله بن زیاد و عمر بن سعد لعنهم الله الی اسفل درک من النار۔[1]

امام رضاؑ نے فرمایا: جو شخص روز عاشورا کو بابرکت دن سمجھے اور اس دن اپنے گھر کے لئے اشیاء ذخیرہ اور آمادہ کرے تو وہ اس کے لئے مبارک ثابت نہ ہوگا اور وہ قیامت کے دن یزید، عبیداللہ بن زیاد اور عمر بن سعد لعنہم اللہ کے ساتھ محشور ہوگا اور جہنم کے آخری درجے میں رہے گا۔

یہاں پر مناسب ہوگا کہ اس سلسلے میں ایک واقعہ کو بیان کیا جائے جو مرحوم مجلسی کے زمانے میں پیش آیا، واقعہ محترم قارئین کے پیش خدمت ہے:

ایک مرتبہ علم و دانش سے بے بہرہ ایک شخص نے علامہ مجلسی کے توسط تشکیل پانے والی ایک محفل میں صاحب فضیلت ہونے کا دعویٰ کیا۔ وہ امام حسینؑ کے گریہ کی فضیلت اور ثواب پر مشتمل احادیث کا شدت سے انکار کرتا اور ان کی تکذیب کیا کرتا تھا۔ اسی رات وہ سویا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ میدان محشر میں لوگ منظم دستوں کی صورت میں لائے جارہے ہیں، اعمال کا میزان، پل صراط، جہنم کی آگ اور جنت کے باغات وغیرہ ان کے لئے تیار کئے گئے ہیں جبکہ وہ پیاس کے عالم میں پانی تلاش کر رہا ہے، ناگاہ اس کی نظر ایک بہت بڑے حوض پر پڑی تو اس نے خود سے کہا: ''یہ وہی حوض کوثر ہے جو

۱۔ بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۲۸۴

شہد سے زیادہ ٹھنڈی اور شیریں ہے۔"

اس حوض کے کنارے دو مرد اور ایک خاتون سیاہ لباس زیب تن کئے ہوئے گریہ کناں اور غمگین کھڑے تھے، ان کے چہروں کا نور اہل محشر پر ساطع تھا، اس نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟

جواب ملا: "یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہ علی مرتضیٰ علیہ السلام اور یہ خاتون سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔"

اس نے ان کے سیاہ لباس زیب تن کرنے کی وجہ دریافت کی تو جواب ملا: "کیا آج روز عاشور، حسینؑ کی شہادت کا دن نہیں ہے؟"

وہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کے قریب گیا اور پیاس کی شدت کا اظہار کیا، اس وقت انہوں نے غصے کے عالم میں اسے دیکھا اور فرمایا:

"کیا تم وہی ہو جو میرے فرزند، جگر گوشہ، میری آنکھوں کے نور اور ظلم وستم کے مارے حسینؑ پر گریہ کی فضیلت اور ثواب کا انکار کرتے ہو؟ اسے قتل کرنے والوں، ظلم کرنے والوں اور اس پر پانی بند کرنے والوں پر خدا کا قہر اور لعنت ہو۔"

آخرکار وہ خواب سے بیدار ہوا اور خوف کے عالم میں خدائے متعال کی بارگاہ میں توبہ طلب کی اور اپنی کہی باتوں پر نادم ہوا اور مجلس میں جن افراد سے اس موضوع پر بحث کی تھی ان کو خواب بیان کیا اور ان سے معذرت کی۔[1]

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۹۳ تا ۲۹۶